اسلامیات

سی کام کے طلبہ و طالبات کے لیے

محمد یوسف ملک

پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن کے نئے نصاب کے مطابق

146

جملہ حقوق محفوظ ہیں

59565

طابع ـــــ محمدؐ خالد قریشی
برائے اورینٹ پبلشرز
فضل الٰہی مارکیٹ ۔ اردو بازار ۔ لاہور

مطبع ـــــ تاپا سنز پرنٹرز
ریٹی گن روڈ ۔ لاہور

تعداد ـــــ ایک ہزار

قیمت ـــــ ۲۲/۵۰ روپے

Marfat.com

انتساب

جناب رسالتمآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے نام جو اس کائنات کے رہبرِ کامل اور
پیکرِ علم و وفا ہیں

Marfat.com

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

Marfat.com

[stamp]

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر
پیش لفظ	۷
نصاب	۸
باب اوّل قرآن و حدیث	۹ تا ۳۸
پانچ منتخب قرآنی آیات	۱۰
پانچ منتخب احادیث	۲۴
باب دوم بنیادی عقائد	۳۹ تا ۹۰
توحید	۴۴
شرک	۵۶
فرشتوں پر ایمان	۶۱
رسالت	۶۴
الہامی کتابوں پر ایمان	۷۶
آخرت پر ایمان	۸۶
سوالات	۹۰

Marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر

باب سوم

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اسوہ حسنہ	۹۱۰
صبر و استقلال	۹۹
ذکر	۱۰۱
شرفِ انسانیت	۱۰۳
معاشرتی عدل	۱۰۵
عفو و درگذر	۱۰۸
مساوات	۱۱۳
اخوت	۱۱۶
سوالات	۱۲۲
معروضی سوالات	۱۲۳
پرچہ جات	۱۳۰

Marfat.com

پیش لفظ

حکومت پاکستان کا اسلامیات کی تعلیم کو ہر سطح پر ایک لازمی مضمون قرار دینا یقیناً ایک خوش آئند اقدام ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حق و باطل کی آویزش روزِ اوّل ہی سے جاری ہے ایسے حالات میں اگر طلباء کے ذہنوں کو اسلامیات سے منور نہ رکھا جائے تو بھٹک جانے کا گمان ہو سکتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر اسلامیات کی افادیت اور اہمیت واضح کرنے کے لئے اسے صرف ایک لازمی مضمون کی حیثیت دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس میں پاس ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے جس کے بغیر سندِ فراغت حاصل نہیں ہو سکتی۔

زیرِ نظر کتاب سی کام کے مجوزہ نئے نصاب کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اگرچہ اس نصاب کے مطابق اور بھی بہت سی کتابیں تالیف ہو چکی ہیں۔ مگر راقم الحروف نے غیر ضروری طوالت سے بچتے ہوئے طلبار کی نصابی اور امتحانی ضروریات کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے تاکہ طلبا نصابی موضوعات سے صحیح طور پر متعارف ہو سکیں۔ کتاب لکھتے وقت اگرچہ ہر ممکن احتیاط برتی گئی ہے۔ پھر بھی چونکہ یہ ایک عام انسانی کاوش ہے اس لئے ترمیم کی گنجائش بہر حال موجود رہتی ہے لہذا اساتذہ کتاب کو بہتر بنانے کے لئے اپنی مفید آرا سے مستفید فرماتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین

یکم ستمبر ۱۹۸۷ء   ملک محمد یوسف

Marfat.com

نصاب (سی کام)

۱۔	پانچ منتخب قرآنی آیات پانچ منتخب احادیث } لازمی سوال		۹ نمبر
۲۔	عقائدِ اسلام یا ارکانِ ایمان توحید۔ رسالت۔ ایمان یا الملائکہ ایمان باالکتب۔ ایمان بالآخرت		۸ نمبر
۳۔	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ نمونہ اخوت۔ مساوات۔ صبر واستقلال۔ عفو ودرگزر۔ ذکرِ الٰہی۔ شرف انسانیت اور معاشرتی عدل		۸ نمبر
		کل نمبر	۲۵

نوٹ :۔ مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ ناظرہ قرآن کی تعلیم لازمی ہے۔

Marfat.com

باب اوّل

قرآن و حدیث

۱۔ منتخب قرآنی آیات
۲۔ منتخب احادیث

Marfat.com

منتخب قرآنی آیات

Marfat.com

آیت نمبر ۱: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ
لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝

(سورۃ الاحزاب آیت ۷۰، ۷۱)

الفاظ کے معانی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اے لوگو، اٰمَنُوا جو کہ ایمان لائے ہو، وَ اور، قُوْلُوْا کہو، قَوْلًا سَدِیْدًا سیدھی بات، یُّصْلِحْ سنوار دے گا، لَكُمْ تمہارے لیے، اَعْمَالَكُمْ تمہارے اعمال تمہارے کام، وَ یَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہیں بخش دے، ذُنُوْبَكُمْ تمہارے گناہ، وَ اور، مَنْ جو، یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنا، فَقَدْ فَازَ پس وہ پالیتا ہے۔ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ بڑی کامیابی یا بڑی مراد

لفظی ترجمہ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو سیدھی بات، تمہارے لیے سنوار دے گا تمہارے کام اور تمہیں بخش دے گا تمہارے گناہ اور جو اطاعت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ پس وہ پالیتا ہے بڑی مراد

بامحاورہ ترجمہ اے ایمان والو تم اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو اور سیدھی بات کیا کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جس نے اللہ تعالےٰ اور رسول کی فرمانبرداری کی اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔

تفسیر اس آیت میں مومنوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیں۔ سیدھی بات کریں تاکہ اللہ تعالےٰ اُن کے اعمال

Marfat.com

سنوار دے اور ان کے گناہ بخش دے۔ جو لوگ صحیح معنوں میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے ہیں وہ گویا بڑی کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔

آیت میں اللہ تعالٰے سے ڈرنے کی جو ہدایت کی گئی۔ اس کا بنیادی مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالٰے سے ڈرتے ہوئے بُرے کاموں سے پرہیز کرے اور اللہ تعالٰے کے بتلائے ہوئے اوامر ونواہی کی پابندی کرے۔

آیت میں ڈرنے کے لیے تقوٰی کا لفظ استعمال ہُوا ہے اور یہ لفظ وقوٰی سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی ڈرنا۔ پرہیز کرنا اور بچنا ہے جب انسان اللہ تعالٰے سے ڈر کر گناہوں سے بچتا ہے اور بُرے کاموں سے پرہیز کرتا ہے تو وہ اللہ تعالٰے کے متقی بندوں میں شمار ہوتا ہے۔ تقوٰی کی ایک جامع تعریف یہ کی گئی ہے کہ جس طرح کوئی انسان کسی خار دار راستے سے گزرتے ہوئے اپنا دامن کانٹوں سے بچا کر چلتا ہے اسی طرح اس دنیا میں اپنے دامن کو گناہوں سے بچائے رکھنا چاہیئے۔

آیت میں جو سیدھی یا درست بات کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے انسان کو جو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اُسے جو قوتِ گویائی بخشی ہے اور اسے عقل و شعور عطا کیا اس کا یہ تقاضا ہے کہ انسان جو بھی بات کرے وہ بامعنی بامقصد اور درست بات ہونی چاہیئے۔ اگر انسان بیہودہ گوئی پر اُتر آئے اور یونہی بے مقصد فضول باتیں کرتا رہے تو نتیجتاً وہ اپنے انسانی شرف و فضیلت کو کھو بیٹھتا ہے اور اللہ تعالٰے کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے انسان کو بولنے کی طاقت اور عقل شعور عطا کیا اور اس کے قابل بنایا کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنا مافی الضمیر بیان کر سکے اور لوگوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکے۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ ان نعمتوں کے شکرانے کے طور پر بُری باتوں سے پرہیز کرے اور صرف وہی باتیں کرے جو اس کے انسانی شرف و فضیلت کے عین مطابق ہوں۔

جو لوگ درست بات کہنے اور اللہ تعالٰے سے ڈرتے ہوئے نیکی کی زندگی بسر کرنے کا عزم رکھتے ہیں اگر اُن سے کچھ کوتاہیاں کبھی ہو جائیں تو اللہ تعالٰے ان کی نیک نیتی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اُن کی کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔
ویسے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالٰے کا بنیادی مقصد تمہیں سزا دینا نہیں بلکہ وہ تو تمہیں درست انسان بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی گناہوں کا ارتکاب کرنے کے بعد بھی خلوص نیّت کے ساتھ اللہ تعالٰے سے توبہ کرے تو اللہ تعالٰے اسے

Marfat.com

معاف کر دیتا ہے۔ توبہ کا لفظی مطلب ہے رجوع کر لینا، یعنی اپنی گناہ آلود زندگی کو چھوڑ کر نیکی کی جانب آنا، اللہ تعالےٰ نے انسان کی توبہ قبول کرنے کے تین طرح کی شرائط رکھی ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ انسان کو اپنے گناہوں پر سچی ندامت ہونی چاہیئے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ انسان یہ عزم کرے کہ مواقع ملنے کے باوجود بھی وہ ان گناہوں کو دہرانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ انسان ان گناہوں سے مکمل طور پر کٹ جائے۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالےٰ کی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے کو ایک بہت بڑی کامیابی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے جو لوگ صحیح معنوں میں اللہ تعالےٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کر لیتے ہیں ان کی ہر ممکن کوشش یہ ہوتی ہے کہ اُن سے کوئی ایسا کام نہ ہونے پائے جو خدا اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے منافی ہو۔ اس طرح جب یہ لوگ اپنے اندر اللہ تعالےٰ کی اطاعت گزاری کا جذبہ پیدا کر لیتے ہیں تو وہ نتیجتاً وہ کسی ایسے جرم یا ایسے بڑے گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے جو انہیں عذابِ الہٰی سے دوچار کر سکے اس طرح کامیابی اور نجات ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب قیامت کے بعد ہمیں اللہ تعالےٰ کے سامنے حساب کے لیے پیش کیا جائے گا تو اس وقت ہمارے نیک اعمال کے سوا کوئی دوسری چیز ہماری نجات اور کامیابی کی ضمانت نہیں بنے گی۔ اس اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزار بندے اس دنیا میں بھی اور اُخروی دنیا میں بھی اپنی کامیابی حاصل کر لیتے ہیں جو نافرمان اور سرکش بندوں کے حصّے میں نہیں آ سکتی۔

آیت میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے تقویٰ اختیار کرنے سیدھی بات کرنے اور اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرنے کے صلہ کے طور پر انسان کے اعمال سنور جاتے ہیں۔ اس کے اندر اچھے اور بُرے میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ نیکی اور سچائی کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ ان احکام کی بجاآوری سے اللہ تعالےٰ انسان کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور اسے نیکی کے راستے پر چلنے کی ہمت اور توفیق عطا کرتا ہے۔

ان اعمال کو بجالانے کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے بہت بڑی کامیابی کا اعلان کیا ہے جو انسان ان مذکورہ احکام کی پابندی کرے گا اس کا مجموعی رجحان نیکی کی جانب ہو گا۔ اور اس کا یہ طرزِ عمل اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی نجات کا باعث بنے اور اس طرح

Marfat.com

اسے وہ اُخروی کامیابی حاصل ہوگی جسے بہت بڑی کامیابی قرار دیا گیا ہے۔

○

آیت نمبر۲: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ○

(سورۃ الاحزاب آیت ۲۱)

الفاظ کے معانی

لقد :- یقیناً، بیشک، تحقیق۔ کان :- ہے، تھا۔ لکم :- تمہارے لئے
فی :- میں۔ رسول اللہ :- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
اسوۃ :- نمونہ۔ حسنۃ :- بہترین

لفظی ترجمہ :- تمہارے لئے رسول اللہ (کی حیات طیبہ) میں ایک نمونہ عمدہ ہے۔
بامحاورہ ترجمہ :- (اے اہل ایمان) یقیناً تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بہترین نمونۂ عمل موجود ہے۔

تفسیر :- اس آیت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کو ایک بہترین نمونۂ عمل قرار دیا گیا ہے۔ تمام انبیاء اپنے اخلاق و کردار اور عادات و اطوار کے اعتبار سے تمام انسانوں میں بہترین حیثیت کے حامل ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل اور سید الانبیاء ہونے کی بنیاد پر عظیم ترین اخلاق کے مالک ہیں۔

ارشاد ربانی ہے ۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم
اس سلسلے میں ارشاد نبوی ہے

اِنّما بُعثتُ لِاُتمّمَ مکارمَ الاخلاق
"بے شک مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے"
اخلاق نبوی کی سب سے جامع تصویر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ ہیں
کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن (آپ کا اخلاق قرآن ہے)

Marfat.com

قرآن حکیم میں مذکور تمام اچھی اخلاقی صفات آپؐ کی ذاتِ اقدس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ حضورؐ کی ذاتِ گرامی ایسی جامع صفات اور عظیم و برتر تھی کہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے اس سلسلے میں انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا" ایک مستشرق لکھتا ہے۔

"of all the religious personalities of the world, Muhammad (peace be upon him) was the most successful"

جب ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوۂ حسنہ یا بہترین نمونۂ عمل قرار دیتے ہیں تو اس کی وجہ حضورؐ سے ہماری محبت دعقیدت نہیں ہوتی بلکہ اس حقیقت کے پس پردہ بڑے ٹھوس دلائل ہوتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب" خطبات مدارس" میں تاریخیت، کاملیت، عملیت اور کھلی زندگی کے حوالے سے یہ ثابت کیا کہ آپؐ کے سوا کوئی اور ہستی اسوۂ حسنہ نہیں ہو سکتی اور آپؐ یقیناً" اس اعزاز کے حقدار ہیں۔

تاریخیت

آپؐ کی سیرت طیبہ کو ایک مستند تاریخ کی حیثیت حاصل ہے آپؐ کی سیرت کا سب سے محفوظ حصہ وہ قرآنی تعلیمات ہیں جن میں حضور اکرمؐ کے بارے میں وضاحت ملتی ہے۔ احادیثِ رسولؐ بھی ایک مستند دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ علاوہ ازیں اہلِ سیر حضرات نے اسماء الرجال کے نام سے باقاعدہ ایک فن رائج کیا جس کا مقصد اِن لوگوں کے حالاتِ زندگی محفوظ کرنا تھا۔ جنہوں نے سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اس طرح آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک مستند اور معیاری صورت میں محفوظ کر لیا گیا تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے نمونۂ عمل کا کام دے سکے۔

کاملیت

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ایک ایسے انسانِ کامل کی زندگی ہے جس سے حاکم و محکوم۔ امیر و غریب، عابد و زاہد۔ سپاہی، جرنیل، سوداگر معلم۔ جج۔ واعظ۔ باپ، بیٹا۔ خاوند۔ ہر چھوٹا بڑا انسان بقدرِ ضرورت ہدایات اور راہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

Marfat.com

عملیت

اگر کوئی ہستی صرف گفتار کی غازی اور اس کی زندگی کا عملی پہلو اس کی باتوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو اس کی بات وقتی طور پر لوگوں کو مسحور تو کر سکتی ہیں لیکن زیادہ دیر پا اثرات نہیں رکھتیں۔ حضورؐ کی زندگی کا سب سے متاثر کن پہلو یہ ہے کہ آپؐ صرف گفتار ہی کے نہیں بلکہ عمل و کردار کے بھی غازی تھے۔ آپؐ نے جو کچھ کہا اس پر خود عمل کر کے دکھایا۔ لوگوں کو نماز پنجگانہ کی تلقین کی تو خودؐ صرف پانچ ہی نہیں بلکہ آٹھ نمازیں پڑھتے۔ لوگوں کو ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کی تلقین کی تو خود رمضان کے علاوہ بھی ہر مہینے بلکہ ہر ہفتے کچھ نہ کچھ روزے رکھتے۔ لوگوں کو عفو درگذر کی تلقین کی تو خود ساری عمر کسی ذاتی رنج یا تکلیف کی بنیاد پر کسی سے انتقام نہ لیا حتیٰ کہ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی ہندہؓ کو بھی معاف کر دیا۔ لوگوں کو صدقہ و خیرات کی تلقین کی تو اپنا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی سائل آجاتا اور گھر میں صرف ایک وقت کی روٹی ہوتی تو وہ اسے دے دیتے اور خود فاقہ کشی کر لیتے۔

الغرض آپؐ نے جو کچھ کہا۔ اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ آپ کی یہ عملی مثالیں تا ابد لوگوں کو رہنمائی مہیا کرتی رہیں گی۔

کھلی زندگی

پیدائش سے لے کر وصال تک حضورؐ کی زندگی کا ہر گوشہ ہماری نظروں کے سامنے عیاں ہے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کو بھی یہ اجازت دے رکھی تھی کہ گھر میں مجھؐ سے علیحدگی میں جو دیکھیں صرف برملا بیان کر دیں۔ حضورؐ کی زندگی کا کوئی پہلو ہماری نظروں سے پوشیدہ نہیں جس کے بارے میں ہم یہ خیال کر سکیں کہ شاید اس پہلو میں حضورؐ اپنے اصل معیار پر نہ پہنچے ہوں۔ آپؐ کے بارے میں اس قدر تفصیلات سیرت کی کتابوں میں درج ہیں کہ آپؐ کتنے گھونٹ پانی پیتے تھے۔ آپؐ کے جوتوں میں کتنے تسمے لگے ہوتے تھے اور آپؐ کس پہلو کروٹ بدل کر سوتے تھے۔

مندرجہ بالا حقائق اور دلائل حضورؐ کے اسوۂ حسنہ ہونے کا ایک بیّن ثبوت ہیں اور اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ ہم سُنّتِ نبویؐ کی پیروی کریں۔

ارشادِ ربّانی ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ :۔ اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

Marfat.com

حضورؐ نے خود بھی اپنے اسوہ یعنی اپنیؐ سنت کی کئی طرح سے تاکید فرمائی۔
ارشادِ نبویؐ ہے

١۔ جس نے میریؐ سنت سے محبت کی۔ اس نے مجھؐ سے محبت کی اور جس نے مجھؐ سے محبت کی۔ وہ جنت میں میرے ہمراہ ہوگا۔

٢۔ جس نے میریؐ سُنت کو زندہ کیا۔ اس نے مجھے زندہ کیا۔

٣۔ جس نے میریؐ سنت سے منہ موڑا اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں

٤۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی (جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو تم بھی نماز پڑھو

٥۔ خذوا عنی مناسککم (مجھؐ سے مناسک سیکھو)

○

آیت نمبر٣: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص ○

(سورۃ آل عمران آیت ١٠٣)

الفاظ کے معانی

وَ = اور اعْتَصِمُوْا:۔ تم مضبوطی سے چمٹ جاؤ۔ تھام لو یا پکڑ لو

حَبْلِ اللّٰهِ:۔ اللہ کی رسی جَمِيْعًا:۔ سب لَا تَفَرَّقُوْا:۔ تم تفرقہ میں نہ پڑو، فرقہ فرقہ نہ بنو

لفظی ترجمہ :۔ اور تم مضبوطی سے پکڑ لو اللہ کی رسی کو سب کے سب اور فرقہ فرقہ نہ بنو

با محاورہ ترجمہ :۔ اور تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بنو

تفسیر :۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالےٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے اور تفرقہ بازی نہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسلام، سلامتی کا دین ہے جو مسلمانوں کو مل جل کر رہنے اور باہم اتفاق و اتحاد کی تلقین کرتا ہے۔

ظہورِ اسلام سے قبل عرب قبائل کی باہمی دشمنی اور جنگ جوئی ضرب المثل بن چکی تھی۔ ذرا ذرا سی بات پہ لڑائی چھڑ جاتی تھی۔ جو لڑائیاں تاریخی روایات میں محفوظ رہ گئی ہیں ان کی تعداد سترہ سو ہے۔

Marfat.com

اسلام نے آتے ہی لوگوں کو امن و آشتی۔ اتفاق و اتحاد اور صلح جوئی کی تلقین کی اور تفرقہ بازی سے بچنے کا سنہری اصول یہ بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو یعنی قرآنی تعلیمات پر سختی سے کار بند ہو جاؤ یہ تعلیمات انسان کو ظلم و زیادتی سے باز رہنے اور کسی کی حق تلفی نہ کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔ اگر ان باتوں پر سختی سے عمل کیا جائے تو وہ بنیادی وجہ ہی پیدا نہیں ہوتی جو لڑائی جھگڑے اور تفرقہ بازی کا باعث بنتی ہے لیکن مقامِ افسوس ہے کہ بعض مفاد پرستوں نے اسلامی تعلیمات کے بارے میں موشگافیاں شروع کر دی ہیں اور صاف و سیدھے دینی احکام کو پیچیدہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہ مفاد پرست لوگ دراصل اُمتِ مسلمہ کے وسائل پر غاصبانہ قبضہ جما کر اپنے مخصوص عزائم پورے کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان مفاد پرست لوگوں کے منفی عزائم سے باخبر رہنا چاہیئے۔ اور اپنی صفوں میں اتفاق و اتحاد برقرار رکھنا چاہیئے انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن ہی وہ بنیادی کتاب ہے جو انہیں احکام الٰہی سے صحیح معنوں میں روشناس کراتی ہے اور سنت نبویؐ قرآنی تعلیمات کو سمجھنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے"

اللہ تبارک و تعالےٰ نے لوگوں کو تفرقہ بازی سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا

"ایسے لوگوں کی طرف مت جاؤ جو تفرقہ بازی کا شکار ہو گئے"

تفرقہ بازی اتفاق و اتحاد کو ختم کر کے لڑائی جھگڑے، فساد اور گروہ بندی کو جنم دیتی ہے۔ جو قومیں تفرقہ بازی کا شکار ہو جاتی ہیں وہ عزت و وقار کھو بیٹھتی ہیں اور ان کی قوت منقسم ہو کر رہ جاتی ہے

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان متحد اور متفق رہے انہوں نے کامیابی کی رفعتوں کو چھو لیا اور ترقی کی منازل طے کرتے رہے۔ قیصر و کسریٰ ان کا نام سُن کر ہیبت زدہ ہو جاتے تھے لیکن یہی مسلمان جب تفرقہ بازی کا شکار ہو گئے تو انہیں ذلت و رسوائی سے ہمکنار ہونا پڑا۔ وہ اوجِ ثریا سے زمین کی پستیوں پر آ گرے۔ اگر آج بھی انہیں اپنے اسلاف جیسا اونچا مقام حاصل کرنا ہے اور دنیا میں اپنی قوت کو منوانا ہے تو انہیں اپنے اندر ایک عالمگیر اتحاد پیدا کرنا ہو گا جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

Marfat.com

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ باہمی اختلاف ختم کردیں اور اپنے اندر محبت ، اخوت اور بھائی چارے کی فضا کو جنم دیں۔ ان کا باہمی رویہ رواداری ، نرمی اور رحم دلی کا مظہر ہونا چاہیے اور انہیں دشمنانِ اسلام کے خلاف ایک سیسہ پلائی دیوار بن جانا چاہیے

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

آیت نمبر۴: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ

(سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

الفاظ کے معانی

اِنَّ :- یقیناً ، بے شک اَکْرَمَکُمْ :- تم میں سے زیادہ عزت والا
عِنْدَ اللّٰہِ :- اللہ کے نزدیک ۔ اَتْقٰکُمْ :- تم میں زیادہ متقی

لفظی ترجمہ :- یقیناً تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک (وہ ہے) جو تم میں زیادہ متقی ہے۔

بامحاورہ ترجمہ :- یقیناً تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے

تفسیر :- یہ قرآنی الفاظ سورۃ الحجرات کی ایک آیت کا حصہ ہیں۔ پوری آیت اس طرح ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

" اے لوگو ! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور برادریاں بنائیں ۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا باخبر ہے "

Marfat.com

یہاں اللہ تبارک وتعالٰی نے سب انسانوں کو یہ احساس دلایا ہے کہ وہ بنیادی طور پہ وہ سب ایک ہی مرد اور عورت یعنی حضرت آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ ان کے قبیلے اور برادریاں ایک وقتی پہچان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا رنگ و نسل قومیت اور وطنیت کی بنا پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جا سکتا۔ انسان ہونے کے ناطے سے سب عزت کے حقدار ہیں اور یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔ البتہ کسی کو برتری و فضیلت اور برتری حاصل کرنا ہے تو وہ صرف تقویٰ ہی کی بنیاد پر حاصل کی جا سکتی ہے۔ انسانوں کے یکساں ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کا خالق ایک ہے۔ ان کا مادۂ تخلیق اور طریقۂ تخلیق ایک جیسا ہے۔ ان کا حسب و نسب ایک ہی ماں باپ تک پہنچتا ہے۔ کسی خاص قوم یا برادری میں پیدا ہو جانا محض ایک اتفاق ہے جس میں اس کی کوشش کو دخل نہیں اس لیے کسی خاص قوم یا برادری میں پیدا ہو جانا باعثِ فضیلت نہیں ہو سکتا۔ اپنے دل میں خوفِ خدا رکھنے والا اور نیکی کو اپنانے والا چاہے کسی رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو صاحبِ عزت اور قابلِ قدر ہے جو انسان اپنے عمل کے اعتبار سے اس کے برعکس ہو وہ چاہے گورا ہو یا کالا، چاہے کسی قوم، ذات یا برادری سے تعلق رکھتا ہو صاحبِ عزت نہیں ہو سکتا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک حقیقت کا اظہار یوں کیا تھا۔

"اے لوگو! خبردار رہو۔ تمہارا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رنگ و نسل اور مرتبہ و مقام کی بنیاد پر معیارِ فضیلت کی نفی کرتے ہوئے فرمایا

"شکر ہے اس ذات کا جس نے جاہلیت کی رسوم کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا۔ اب تم سب انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نیک اور متقی جو اللہ تعالٰی کے نزدیک محترم اور اشرف ہے۔ اور دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کے نزدیک رذیل اور حقیر ہے۔"

آخرت میں جب انسانوں کا محاسبہ ہوگا تو انسانوں سے ان کا حسب نسب نہیں پوچھا جائے گا بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ کون زیادہ متقی اور پرہیزگار تھا۔

اسلام رنگ و نسل کی بنیاد پر فخر و غرور کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔

Marfat.com

کیونکہ بنیادی طور پر سب اقسام حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

ارشاد نبوی ہے

" تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں ایک حقیر کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے "

○

آیت نمبرہ : اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○

(سورۂ آل عمران۔ آیت ۱۹۰)

الفاظ کے معانی

اِنَّ بیشک۔ یقیناً فِیْ۔ میں ، خلق۔ پیدا کرنا۔ بنانا السمٰوٰت آسمان والارض اور زمین ، وَ اور ، اختلاف۔ بدلتے رہنا۔ بدل بدل کر آنا ، یکے بعد دیگرے آنا۔ وَ اور النهار دن ، لاٰیٰت نشانیاں ، لاولی الباب اہل عقل کے لیے۔

لفظی ترجمہ :- بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

بامحاورہ ترجمہ :- بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

تفسیر :- اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں جس قدرت الٰہی کا اظہار ملتا ہے اسے دیکھ کر وہ اپنے جذبۂ ایمان کو مضبوط کریں۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

Marfat.com

" نظامِ فلکی اور اس کی تفصیلات ، چاند ۔ سورج اور ستاروں کی تعداد ، ان کے درمیانی فاصلے ، اِن کی گردشوں کی پیمائش ، ان کے طلوع و غروب اور نور و حرارت وغیرہ کے قواعد و ضوابط کی تفصیلات سے علمِ ہیئت کی کتابوں کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں ۔ ایسی زمین تو ہیئت ارض ، طبقات ارض ، معدنیات ارض ۔ ہواؤں اور موسموں کے تغیرات کے لیے کوئی ایک پُورا فن بھی کافی نہیں ۔ یہ سب چیزیں باشعور لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں ۔ تاکہ ان نشانیوں کی بدولت وہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر اپنا ایمان پختہ کرلیں ۔

انسان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ آسمان کا بغیر ستون کے کھڑے رہنا ۔ زمین سے طرح طرح کی نعمتوں کا پیدا ہونا ، دن اور رات کا ایک مقررہ قاعدے اور قانون کے بعد یکے بعد دیگرے آنا اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ کا واضح اظہار ہے ۔

اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو جو عقل و شعور عطا کر رکھا ہے اس کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی نشانیوں سے اس کے وجود کا اقرار کرلے ۔

ایک انسان اور حیوان کے درمیان بنیادی فرق ہی عقل و شعور کا ہے اگر انسان اللہ تعالےٰ کی نشانیوں پر غور و فکر کرے تو وہ صحیح نتائج حاصل کر سکتا ہے اور اگر وہ تفکر سے کام نہ لے تو وہ چوپاؤں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے ۔

ارشادِ ربانی ہے " جو لوگ غور کرتے ہیں ۔ ان کے لیے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں "

آیت میں زمین و آسمان اور دن رات کے حوالے سے جن نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ان سے اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا یوں اظہار ہوتا ہے کہ جب انسان زمین و آسمان کی تخلیق پر غور کرتا ہے تو وہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ زمین و آسمان از خود پیدا نہیں ہو گئے ۔ ان کو پیدا کرنے والی کوئی عظیم ذات ہوگی ۔ اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق میں اس کمال کاریگری سے کام لیا ہے کہ ان کی تخلیق میں کوئی نقص دکھائی نہیں دیتا ۔ اللہ تعالےٰ کی اس عظیم صناعی کو دیکھ کر کفار مکہ بھی یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی تخلیق ہیں ۔ ارشادِ ربانی ہے ۔

" اور جب اِن سے پوچھا جاتا ہے کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو وہ کہتے ہیں اللہ نے "

59565

Marfat.com

دن اور رات کے ایک مقررہ انداز کے مطابق بدل بدل کر آنے میں بھی غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ دن اور رات کا ایک مقررہ حساب سے آنا جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ سب کچھ از خود نہیں رہا بلکہ اس نظام کو چلانے والی اور کنٹرول کرنے والی یقیناً کوئی ذات ہے

اللہ تعالیٰ نے حقیقت تک پہنچنے کے لیے قرآن پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے

"کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں"

اللہ تعالیٰ نے سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کے الفاظ میں تمام کائنات کو انسان کے لیے مسخر کر دینے کا اعلان کیا ہے۔

کائنات پر غور و فکر کرنے سے انسان پر نت نئی راہیں کھلتی ہیں اور وہ کائنات اور اس میں موجود چیزوں کو بہتر طور پر اپنے استعمال میں لا سکتا ہے اور ان نئی دریافتوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کا ایمان اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔

O

Marfat.com

منتخب احادیث

Marfat.com

حدیث نمبر۱: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی

الفاظ کے معانی

اِنَّمَا صرف، اَلْاَعْمَالُ اعمال، بِالنِّیَّاتِ نیتوں پر، وَاِنَّمَا اور صرف، لِکُلِّ ہر کے لیے، اَمْرِئٍ مرد، مَا جو، نَوٰی نیت کی

لفظی ترجمہ:۔ صرف اعمال ہیں نیتوں پہ اور صرف وہی کچھ ہے ہر مرد کے لیے جس کی اس نے نیت کی

بامحاورہ ترجمہ:۔ بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو صرف وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی۔

شرح:۔ نصاب میں شامل حدیث کے یہ الفاظ دراصل ایک مکمل حدیث کا ایک جزو ہیں۔ مکمل حدیث اس طرح ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن کانت هجرته الی الله و رسوله فهجرته الی الله و رسوله ومن کانت هجرته لدنیا یصیبها او امرأة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه

"بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو صرف وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوئی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف (مقبول) ہے اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوئی کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس سے شادی کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف (مقبول) ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

اس حدیث میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ انسان سے جو بھی اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کے اچھے یا برے ہونے کا دارومدار اس چیز پر ہے کہ ان

Marfat.com

کے پس پردہ کیسی نیت کارفرما ہے۔ نیت کو انسان کے اعمال کے اچھا یا بُرے ہونے میں بنیادی دخل حاصل ہے۔ بعض اوقات دو کام اپنی نیت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے برعکس اور متضاد دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کاموں کے پیچھے چونکہ انسان کی نیک نیتی کارفرما ہوتی ہے اس لیے وہ دونوں کام ہی نیکی شمار ہوتے ہیں اس سلسلے میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے راستے میں موجود کسی کنویں کے پاس لکڑی کا ایک ٹکڑا اس مقصد کے لیے گاڑھ دیا کہ وہاں سے گزرنے والے مسافروں کو اپنی سواری باندھنے میں آسانی ہوگی ایک دُوسرا شخص جب وہاں سے گزرا تو اُس نے یہ سوچ کر لکڑی کا ٹکڑا اکھاڑ دیا کہ بلاوجہ لوگوں کے راستے کی رکاوٹ ثابت ہوگا۔ ان دونوں اشخاص کے کام اگرچہ ایک دوسرے کے برعکس دکھائی دیتے ہیں مگر چونکہ دونوں اشخاص نے اپنا اپنا عمل کسی بدنیتی کی بنیاد پر نہیں کیا۔ بلکہ نیک نیتی کی بنیاد پر وہ کام سرانجام دیئے۔ اس لیے ان دونوں کا یہ متضاد عمل نیکی شمار ہوا۔

ہمارے عمل میں ہماری نیت کو کس قدر دخل حاصل ہے اس کی وضاحت اس مثال سے ہوتی ہے۔ کہ ایک حکیم یا ڈاکٹر انتہائی محنت اور نیک نیتی سے کسی مریض کا علاج کرتا ہے لیکن بدقسمتی سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے تو بھی ہم اس ڈاکٹر کو بُرا نہیں کہیں گے۔ کیونکہ علاج کرتے وقت اس کی نیت بہرحال نیک تھی۔ ایک دُوسرا ڈاکٹر بدنیتی کی بنا پر کسی مریض کو زہر دے دیتا ہے۔ لیکن اتفاق سے وہ زہر اس مریض کے لیے مہلک ثابت ہونے کی بجائے اُلٹا تریاق بن جاتا ہے تو ہم اس ڈاکٹر کو اچھا انسان نہیں کہیں گے۔ کیونکہ اس نے اپنی بدنیتی کی بنا پر مریض کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی یہ تو محض اتفاق تھا کہ اُسے نقصان کی بجائے الٹا فائدہ پہنچ گیا۔

ہجرت بذاتِ خود ایک انتہائی نیک کام ہے اور اگر کوئی شخص خدا اور اس کے رسول کی رضا کے لیے یا اپنے دینی تقاضوں کے پیشِ نظر ہجرت کرتا ہے تو اپنی اس ہجرت کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کے لیے ہجرت کرے کہ وہاں کسی علاقے میں جا کر زیادہ مال و دولت حاصل کر سکے گا یا کسی خوب صورت عورت سے شادی کر سکے گا تو اس کی یہ ہجرت اسے اجر و ثواب کا مستحق نہیں بنا سکتی۔ نیک نیتی کے ساتھ کئے گئے اعمال کبھی رائیگاں نہیں جاتے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات کسی نیک عمل کا نتیجہ فوری طور پر برآمد نہیں ہوتا۔ لیکن جب

Marfat.com

مناسب موقع آجائے تو اللہ تعالیٰ انسان کے اس نیک عمل کا اُسے ضرور اجر و ثواب دے گا

اس سلسلے میں بھی ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ تین دوست اکٹھے سفر پر نکلے۔ راستے میں آندھی اور طوفان کی وجہ سے اُن پہاڑ کی ایک غار میں پناہ لینا پڑی۔ ہوا کے زور کی وجہ سے ایک بڑا پتھر غار کے منہ پر آگرا۔ ان کے باہر نکلنے کا راستہ بند ہو گیا۔ اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انہیں نیک نیتی کے ساتھ کئے گئے اعمال کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیئے۔

پہلے شخص نے یہ کہا اے خدا! میرے والدین بوڑھے تھے جب میں کام کاج سے واپس گھر لوٹتا تو سب سے پہلے اپنے والدین کی خدمت کرتا اور پھر اپنے بیوی بچوں کا خیال کرتا۔ ایک دن میں گھر دیر سے لوٹا تو دیکھا کہ والدین سو چکے ہیں میں نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ میرے بچے بھوک سے چلّا رہے تھے لیکن جب تک میرے والدین بیدار نہ ہوئے اور میں نے ان کی خدمت نہ کی۔ میں نے اپنے بیوی بچوں کو نہ کھلایا۔ اگر میرا یہ فعل تیری خوشنودی کے لیے تھا تو تُو میری مدد فرما نتیجتاً پتھر تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا

دُوسرے آدمی نے کہا ایک دفعہ میں نے ایک شخص کو مزدوری پہ لگایا وہ مزدوری کی رقم وصول کئے بغیر کہیں چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگا دیا۔ ایک عرصے کے بعد جب وہ شخص واپس لوٹا تو میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگا دی جو رقم اس کاروبار سے حاصل ہوئی۔ سب کچھ اس کے حوالے کر دیا اگر میرا یہ فعل تجھے راضی کرنے کے لیے تھا تو آج تُو میری مدد فرما اس دعا کے نتیجے میں پتھر تھوڑا سا اور پیچھے ہٹ گیا۔

تیسرے شخص نے کہا کہ ایک دفعہ میں نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کے ساتھ بُرے فعل کا ارادہ کیا۔ اس نے اس کے لیے کچھ رقم اکٹھی کرنے کا مطالبہ کیا جب میں مطلوبہ رقم لے کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ اے بندہ خدا، خُدا کے خوف سے ڈر اور ایسے بُرے فعل سے باز آجا۔ لہٰذا میں تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے اس بُرے فعل سے باز آگیا۔ لہٰذا تو میری مدد کر۔ اس دعا کے نتیجے میں پُورے کا پُورا پتھر پیچھے ہٹ گیا اور یہ تینوں دوست غار سے باہر نکل آئے۔

ہماری نیت کا ہمارے دل سے گہرا تعلق ہے کیونکہ اچھے اور بُرے ارادے پہلے دل میں جنم لیتے ہیں اور پھر عملی شکل اختیار کرتے ہیں۔

ارشادِ نبویؐ ہے۔

Marfat.com

الا وإنّ فی الجسد مضغۃ اذ صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب

" اور جان لو کہ یقیناً بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوا تو سارا جسم درست ہوگیا اور جب وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ گیا - پس وہ ہے دِل "

دِل کی مذکورہ مرکزی حیثیت کے پیشِ نظر انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل میں نیک جذبات اور نیک خواہشات کو جنم دے تاکہ دلی ارادے جب عمل کا روپ دھار لیں تو اچھے اور بہتر کام سرانجام پائیں ۔

دل کو ہمارے اعمال کے اچھا یا بُرا ہونے میں اور ہمارے خلوص اور ہماری نیک نیتی کو بروئے کار لانے میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے حضورؐ فرماتے ہیں

ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم و لکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم

" اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے "

○

حدیث نمبر ۱۲ : اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ

الفاظ کے معانی

انما بعثت : بے شک مجھے نبیؐ بنا کر بھیجا گیا ہے ۔ لاتمم تاکہ میں تکمیل کروں ۔ حسن ۔ اعلا / اچھا ، اخلاق ۔ عادت

لفظی ترجمہ :۔ بے شک مجھے نبیؐ بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں تکمیل کروں اعلا اخلاق کی

با محاورہ ترجمہ :۔ بے شک مجھے اعلا اخلاق کی تکمیل کے لیے نبیؐ بنا کر بھیجا گیا ہے ۔

شرح :۔ اس حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا ایک مقصد اچھے اور اعلا اخلاق کی تکمیل قرار دیا ہے ۔ اخلاق، دراصل ان بنیادی عادات و اطوار کا نام ہے جو انسان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں ۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاقی اعتبار سے ایک روشن مینار کی حیثیت

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ جس کی ضوفشانی سے نسلِ انسانی راہنمائی حاصل کرتی ہے۔

آپؐ کی بلند اخلاقی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب عرب ہر طرح کی برائیوں کا گہوارہ بنا ہوا تھا اور اخلاق و اقدار کو پامال کرتے ہوئے لوگ ذاتی اغراض اور ذاتی مفادات کی خاطر اخلاقیات کا گلا گھونٹ رہے تھے اس گئے گزرے معاشرے میں بھی آپ کو آپؐ کی اعلیٰ اور بلند پایہ اخلاقی صفات کی بدولت صادق اور امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات مجسمۂ اخلاقِ حسنہ تھی۔ آپؐ کا اخلاقی معیار اس قدر بلند و بالا تھا کہ تمام انبیائے و رسل کی اعلیٰ اور اچھی خصوصیات آپؐ کی ذات گرامی میں یکجا جمع ہو گئی تھیں ؎

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اخلاقی رفعتوں کو چھو لیا تھا۔ خالق کائنات نے بھی اس میدان میں آپؐ کی بلند پروازی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

انک لعلی خلق عظیم

"بے شک آپؐ عظیم ترین اخلاق کے مالک ہیں۔"

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ زندگی کے باقی شعبوں کی طرح اخلاقیات کے شعبے میں بھی قرآنی تعلیمات بنیادی اور مستند حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنی تعلیمات کے ذریعے فضائلِ اخلاق اور رذائلِ اخلاق دونوں کی نشان دہی کر دی ہے اور یہ اخلاقی معیار ایک ایسا اخلاقی معیار ہے جو قرآن ہی کی طرح تا قیامت۔ اٹل، ناقابلِ تغیر اور محفوظ ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے اخلاق ضابطے تا قیامت مشعلِ راہ بنے رہیں گے۔ کیونکہ یہ اخلاقی ضابطے خالقِ کائنات کے بنائے ہوئے ہیں اور یہ ضابطے مقرر کرتے وقت بنی نوع انسان کے کسی خاص گروہ کے مفادات کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ تمام بنی نوع انسان کی ضرورتوں اور مفادات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ اخلاقی قوانین وضع کئے گئے ہیں۔ چاہے دنیوی حالات و واقعات کتنے ہی دگرگوں کیوں نہ ہو جائیں اور چاہے ہمارے مفادات کتنے ہی کیوں نہ بدل جائیں یہ اخلاقی ضابطے تبدیل نہیں ہو سکتے اور اپنی مسلمہ حیثیت کے پیشِ نظر تا ابد قابلِ عمل رہیں گے

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندہ، ملنسار، امین، صادق، وعدے کے پکے۔ پیکرِ شرم و حیا، مہمان نواز، منصف مزاج اور مجسم عفو و درگزر تھے۔ کئی لوگ آپ کے اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آپؐ کی اہلیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کے اخلاق کی بہترین عکاسی کرتے ہوئے فرمایا

کان خلقہ القرآن (آپؐ کا اخلاق قرآن ہے)

یعنی قرآن حکیم میں مذکور تمام اخلاقی صفات آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور آپؐ ان بُری اخلاقی صفات سے کوسوں دُور رہتے تھے جنہیں قرآن حکیم نے رذائل اخلاق کا نام دیا ہے۔

شیخ سعدیؒ آپؐ کے اخلاق کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ و آلہ

حضورؐ نے اپنی اُمت کو بھی بہترین اخلاقی صفات اپنانے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا

وخالق الناس بخلق حسن

"اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے اعلیٰ اور کامل ایمان کا مالک اسے قرار دیا ہے جس کا اخلاق بہترین ہو۔

اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا

"مؤمنین سے جس کا اخلاق بہترین ہو گا اس کا ایمان سب سے کامل ہو گا"

آج ہم بے شمار اخلاقی برائیوں کا شکار ہو چکے ہیں ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے اخلاقی ضابطے پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور یہی بے عملی ہماری رسوائی کا باعث بن رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے گریبان میں جھانکیں۔ اپنی اخلاقی خامیوں کا ازالہ کریں اور حضور کے بتائے ہوئے اخلاقی ضابطوں کی پابندی کریں۔ کیونکہ یہ ایک ایسی خوبی ہے جسے اپنا کر انسان رات بھر عبادت گزار اور دن بھر

Marfat.com

روزہ دار کا ثواب حاصل کرلیتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ومحبت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاق کو بھی بہتر بنائیں اور حضور کے ساتھ اپنی محبت کے دعوے کو سچ کر دکھائیں۔

○

حدیث نمبر۳: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○

الفاظ کے معانی

لا نہیں، یومن ایمان لاتا ہے، احدکم تم میں سے کوئی ایک، حتیٰ یہاں تک کہ، اکون میں ہو جاؤں، احبّ زیادہ محبوب، الیہ اس کی طرف یا اسے، من سے، والدہٖ اس کا باپ، ولدہٖ اس کا بیٹا اس کی اولاد، الناس۔ لوگ، اجمعین۔ سارے، سب کے سب

لفظی ترجمہ:۔ نہیں مومن ہوتا کوئی ایک تم میں سے حتیٰ کہ ہو جاؤں میں زیادہ محبوب اس کو، اس کے باپ سے، اس کی اولاد سے اور سب انسانوں سے

بامحاورہ ترجمہ:۔ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

شرح:۔ اس حدیث میں ایمان کا یہ تقاضہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ یہ محبت کوئی عام محبت نہیں بلکہ ایسی غالب محبت ہونی چاہیئے جو دوسری تمام محبتوں پر سبقت لے جائے پھر یہ محبت صرف زبانی اظہار تک محدود نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ زبانی اظہار کے ساتھ ساتھ دل میں بھی حضورؐ کی محبت کو مرکزی مقام دینا چاہیئے۔ دنیا میں محبت تین وجوہات کی بنا پر کی جاتی ہے۔

Marfat.com

۱۔ ہم کسی کی شکل و صورت سے متاثر ہو کر اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ یہ حسی محبت کہلاتی ہے۔

۲۔ ہم کسی کے علم و فضل اور عقل و شعور سے متاثر ہو کر اسے پسند کرتے ہیں۔ یہ عقلی محبت کہلاتی ہے۔

۳۔ ہم کسی کے روحانی مقام یا اس کے تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر اس سے محبت رکھتے ہیں یہ روحانی محبت کہلاتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تینوں طرح کے محبت کے انتہائی حقدار ہیں۔

کیونکہ ظاہری شکل و صورت کے اعتبار، علم و فضل، عقل و شعور کے اعتبار اور روحانی مرتبہ و مقام کے اعتبار سے اس غالب حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ سے زیادہ کوئی اور ہماری محبت کا حقدار نہیں۔

انسان کو اپنے والدین، اولاد اور رشتہ داروں سے جو فطری محبت ہوتی ہے۔ اسلام نے اس کی ممانعت نہیں کی۔ البتہ یہ ضرور احساس دلایا ہے۔ حضور کی محبت اس محبت پر غالب ہونی چاہیئے۔ ان رشتہ داروں کی محبت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کریں۔ بلکہ اگر کسی مقام پر یہ محبت، ارشادات نبوی پر عمل پیرا ہونے میں یا اطاعتِ رسولؐ بجا لانے میں مزاحمت کرے تو ایسی صورت میں اس محبت کو محبتِ رسولؐ پر قربان کر دینا چاہیئے۔

اس سلسلے میں جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات دل و جان سے زیادہ عزیز تھی۔ یہ لوگ ہر وقت محبت رسول میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کے لیے آمادہ اور تیار رہتے تھے۔

جنگِ احد میں جب حضرت سعد بن ربیعؓ دم توڑنے لگے تو ان کو وصیت کرنے کو کہا گیا۔ انہوں نے جو وصیت فرمائی وہ یہ تھی کہ حضورؐ کو میرا سلام پہنچا دینا اور میری قوم کو کہہ دینا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں قربان کرتے رہیں۔

اسی طرح جنگِ احد میں حضرت طلحہؓ نے اپنے ہاتھ پر ۷۰ تیر کھائے مگر ایک بھی تیر حضورؐ تک نہ پہنچنے دیا۔

دنیا میں ہم جس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ احتیاط برتتے ہیں کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو اس کی ناراضگی کا باعث بنے۔ اس لیے اپنے سب سے

Marfat.com

اعلیٰ محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں ہمارا یہ طرزِ فکر و عمل ہونا چاہیے کہ ہم سے کوئی ایسی لغزش نہ ہو جائے جو مزاجِ یار پر گراں گزرے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا یہ تقاضہ ہے کہ ہم انکی سنت کو اپنائیں اللہ تبارک و تعالےٰ نے اطاعتِ رسولؐ کو محبت الٰہی کی شرط قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

(اے نبیؐ، کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تمہیں چاہنے لگے گا"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بھی اپنی سنتؐ کی پیروی کی اس قدر تاکید فرمائی ہے۔

۱۔ جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔
۲۔ جس نے میری سنت سے محبت کی۔ اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ہمراہ ہوگا۔
۳۔ جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا۔

○

حدیث نمبر۴: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

الفاظ کے معانی

لَا يُؤْمِنُ مومن نہیں ہوتا، اَحَدُكُمْ تم میں سے کوئی، حَتّٰى یہاں تک کہ، يُحِبُّ چاہے یا چاہتا ہے، لِاَخِيْهِ اپنے بھائی کے لیے مَا جو، لِنَفْسِهٖ اپنی جان کے لیے

لفظی ترجمہ نہیں مومن ہوتا ہے تم میں سے کوئی ایک یہاں تک کہ وہ چاہے اپنے بھائی کے لیے جو وہ چاہتا ہے اپنی جان کے لیے۔

Marfat.com

بامحاورہ ترجمہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

شرح اس حدیث میں مسلمان بھائیوں کے بارے میں نیک جذبات اور نیک خواہشات رکھنے کی ہدایت کی گئی جس طرح ہمیں یہ گوارا نہیں کہ کسی کے ہاتھ ہماری جان، ہمارا مال اور ہماری عزت و آبرو کو نقصان پہنچے۔ اسی طرح ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارے ہاتھوں دوسروں کی جان و مال اور عزت و آبرو بھی محفوظ رہے۔ مسلمان آپس میں ایک ایسے رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں کہ خونی رشتہ داریاں بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اسلامی تعلیمات میں مسلمانوں کو ایک جسدِ واحد کی مانند قرار دیا گیا۔ اگر انسانی جسم کے کسی ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم تکلیف سے بے چین ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی علاقے کے مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرے علاقوں کے مسلمان آرام اور سکون سے نہیں بیٹھ سکتے مسلمانوں کے باہمی رشتۂ اخوت کو قائم رکھنے کے لیے ایسی برائیوں سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے جو ان کے رشتۂ اخوت میں رخنہ اندازی کر سکتی ہیں۔ غیبت، ایک دوسرے کے بُرے نام رکھنا، ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی کرنا اور ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرنا، وہ معاشرتی برائیاں ہیں کہ اگر یہ کسی قوم میں رواج پا جائیں تو اس قوم کا اتفاق اور اتحاد خطرے میں پڑ جاتا۔ یہی ہے کہ مسلمانوں کی باہمی یگانگت اور محبت کو قائم رکھنے کے لیے ایسی بُری باتوں سے گریز کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو ایک دوسرے سے ہمدرد، بہی خواہ اور مددگار ہونا چاہیئے۔
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی باہمی حیثیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہی ہدایت کی تم لوگوں کے لیے بھی وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر پورا پورا عمل کیا۔ اس سلسلے میں ایک روایت ہے کہ جنگ تبوک میں چھ مسلمان زخموں سے چور پانی پانی پکار رہے تھے ایک صحابیؓ پانی لے کر جب پہلے کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ دوسرے آدمی کو پانی پلاؤ جب وہ دوسرے کے پاس پہنچا تو اس نے بھی یہی کہا کہ دوسرے شخص کو پانی پلاؤ اس طرح وہ سب اپنے پر دوسرے کو ترجیح دیتے رہے اور چھ کے چھ مسلمان شہید ہو گئے قرآنِ حکیم میں مومنوں کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے پر دوسروں کو

Marfat.com

ترجیح دیتے ہیں۔ مسلمان خود تنگ رہ کر بھی اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ خود بھوکا رہ کر دوسرے کا پیٹ بھرتا ہے۔ خود کمتر چیز لے کر اپنے بھائی کو بہتر چیز دیتا ہے۔ اس سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنا یہ طرزِ عمل رہا ہے اگر گھر میں کوئی سائل آجاتا اور اس وقت صرف ایک وقت کی روٹی ہوتی تو وہ سائل کو دے دیتے اور خود بھوکا رہ لیتے۔

اس حدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی ذات اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہونی چاہیئے۔ ہمیں ان کے حقوق کا اپنے حقوق سے زیادہ خیال رکھنا چاہیئے اگر ہم یہ طرزِ عمل اختیار کرلیں تو ہماری معاشرتی زندگی امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گی اور ہمارا طرزِ عمل اس کے برعکس ہوا۔ ہم اپنے ذاتی مفادات کو دوسروں کے مفادات پر ترجیح دینے لگے اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کے لیے دوسروں کے حقوق غصب کرنے لگیں تو نتیجتاً معاشرے کے اندر ظلم و زیادتی کا دَور دورہ ہوگا۔ کسی کے جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں رہے گی اور معاشرے سے امن وسکون عنقا ہوجائے گا (یعنی ختم ہوجائے گا)

مسلمان باہمی محبت و مؤدت میں ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر جسم کا ایک حصہ بیمار ہوجائے تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہیئے اور ایک دوسرے کا خیر خواہ ہونا چاہیئے۔ آپس میں حسد نہیں کرنا چاہیئے۔ بغض نہیں رکھنا چاہیئے۔ ایک دوسرے سے منہ نہیں موڑنا چاہیئے۔ ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک دوسرے کو حقیر نہیں جاننا چاہیئے۔ ایک دوسرے کا بہی خواہ ہونا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۵: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

الفاظ کے معانی

المسلم : مسلمان من :۔ جو جس سے سلم :۔ محفوظ رہیں المسلمون :۔ سب مسلمان من :۔ سے لِسَانِهٖ :۔ اُس کی زبان يَدِهٖ :۔ اُس کا ہاتھ

Marfat.com

لفظی ترجمہ :۔ مسلمان وہ ہے کہ محفوظ رہیں سب مسلمان اسکی زبان سے اور اس کے ہاتھ سے
بامحاورہ ترجمہ :۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں
شرح :۔ اس حدیث میں دوسروں کے ساتھ زیادتی کرنے سے باز رہنے کی تلقین اور ہدایت ملتی ہے۔ کسی کے ساتھ زیادتی کرنے کے لیے چونکہ عام طور پر زبان اور ہاتھ ہی بنیاد بنتے ہیں۔ اس لیے حدیث میں ان دونوں کے بے جا استعمال سے منع فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالٰی نے ہمیں زبان، ہاتھ اور اسی طرح کے جو دیگر اعضا عطا کر رکھے ہیں یہ دراصل اللہ تعالٰی کی ایک بہت بڑی نعمت ہیں۔ ہاتھ کے ذریعے انسان کئی طرح کے کام کر سکتا ہے۔ اگرچہ ہم ہاتھ کے ذریعے اچھے اور برے دونوں طرح کے کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں کو برے کاموں سے روک کر صرف مفید تر کاموں میں استعمال کریں۔ یہ ہاتھ کسی کا گریبان پکڑنے یا اس پر ظلم اور زیادتی کرنے کے لیے استعمال نہیں ہونے چاہئیں بلکہ یہ ہاتھ دوسروں کے کام آنے چاہئیں اور ان ہاتھوں کے ذریعے ہمیں مجبور، بے بس اور بے سہارا لوگوں کو تحفظ فراہم کرنا چاہیئے جہاں تک زبان کا تعلق ہے یہ بھی اللہ تعالٰی کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ زبان کے ذریعے ہم ذکر الٰہی کر سکتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتے ہیں۔ اپنے حقوق کا دفاع کر سکتے ہیں اور لوگوں کو حق کی باتیں بیان کر سکتے ہیں۔ یہ زبان اگر بے جا استعمال کی جائے تو لوگوں کی دل آزاری کا باعث بنتی ہے اور نتیجتاً عذاب الٰہی کی جانب لے جاتی ہے اور یہی زبان اگر لوگوں کی اصلاح کے لیے اور اچھی اچھی باتوں کے لیے استعمال کی جائے تو باعث اجر و ثواب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیر نظر حدیث میں دوسروں کو زبان اور ہاتھ سے تکلیف نہ دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرًا او لیصمت

ترجمہ :۔ جو شخص اللہ تعالٰی پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے)

اللہ تعالٰی نے انسان کو جو اشرف المخلوقات بنایا ہے اس کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ غیر ضروری، بے ہودہ اور دلآزار گفتگو سے باز رہے۔ بے ہودہ گفتگو کی بجائے

Marfat.com

خاموش رہنے میں یہ بھی مصلحت پائی جاتی ہے کہ خاموشی کی وجہ سے انسان کی بعض کمزوریاں چھپی رہتی ہیں۔ جیسا کہ شیخ سعدیؒ کا فرمان ہے۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان کے اچھے استعمال کے بارے میں ایک اور طرح سے یوں فرمایا ہے کہ زبان سے اچھی بات کے سوا کچھ نہ کہہ۔ اسلام سلامتی کا دین ہے اس میں دوسروں پر دست درازی کرنے یا دوسروں کے بارے میں فحش کلمات استعمال کرنے یا بے ہودگی کے ذریعے ان کی دل آزاری کرنے سے روکا گیا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو ایک ایسے مضبوط رشتہ اخوت میں منسلک کر دیا ہے کہ خونی رشتہ داریاں بھی اس اسلامی اخوت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس اخوت کا یہ تقاضا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچانے سے گریز کریں۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

کل المسلم علی المسلم حرام دمه و ماله و عرضه

ایک اور جگہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے"

جس طرح زبان کی زیادتی سزا کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح اس کی حفاظت جنت کے حصول کا حقدار بنا دیتی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

" جو شخص اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے۔ میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں "

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کی نہ تو تحقیر کرے اور نہ ہی اس کے جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچائے بلکہ کسی اور کے ہاتھوں میں اگر اس کے جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرہ ہو تو اسے تحفظ فراہم کرے۔

○

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم

بنیادی عقائد

عقائد سے مراد اور ان کی ضرورت و اہمیت

توحید

شرک اور اس کی اقسام

فرشتوں پر ایمان

عقیدہ رسالت

الہامی کتابوں پر ایمان

آخرت پر ایمان

سوالات

Marfat.com

Marfat.com

بنیادی عقائد

عقائد سے مراد :- عقائد عقیدہ کی جمع ہے اور یہ لفظ "عقد" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں گرہ لگانا، باندھنا، مقرر کرنا" اس اعتبار سے عقیدہ کا مفہوم ہوگا "گرہ لگائی ہوئی یا بندھی ہوئی چیز۔" عقائد دراصل انسان کے پختہ اور اٹل نظریات کا نام ہے اور یہی وہ عقائد و نظریات ہیں جو انسان کے دل و دماغ پر غلبہ حاصل کر کے اس سے اچھے یا برے کام سرزد کراتے ہیں۔ عقیدہ کی حیثیت ایک بیج جیسی ہے جس سے عمل کے پودے پیدا ہوں گے اور اس بیج میں جس قسم کی خصوصیات ہوں گی اس بیج سے پیدا ہونے والے پودے بھی انہی صفات کا مظہر ہوں گے اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے اپنی تبلیغ کا آغاز عقیدہ کی اصلاح سے کیا اور نوحؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک سب کی دعوت عقیدہ سے شروع ہوئی اور سب نے برملا یہ اعلان کیا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی بندگی کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب لوگوں تک اپنا پیغام رسالت پہنچانا شروع کیا تو پہلے عقائد ہی کی اصلاح پر زور دیا۔

اسلامی نظام حیات اپنے ماننے والوں سے چند بنیادی عقائد پر یقین رکھنے کا مطالبہ کرتا ہے یہ عقائد اسلامی نظام زندگی کی ہر چیز پر چھائے ہوئے ہیں اور ایک مسلمان کا ہر عمل انہی عقائد کے تابع ہوتا ہے۔

وقت کی ضرورت اور حالات کے تقاضوں نے ثابت کر دیا ہے کہ عقیدہ کی پختگی ہی انسانی زندگی کی کامیابی و ترقی کا ذریعہ ہے۔ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو عقائد سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا پہلو اعمال سے۔ آرزوئیں، امیدیں، احساسات، خیالات اور ارادے پہلے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور پھر انسان ان ارادوں کے مطابق عمل کرنے لگتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں پہلی چیز کا نام نیت ہے اور دوسری چیز کا نام عمل۔ لہذا تربیت انسانی کا پہلا کام یہ ہے کہ انسان کی نیت اور ارادے کو درست کیا جائے اور نیت اور ارادے کو درست رکھنے کے لئے اسلام نے جو اصول مقرر فرمائے ہیں ان کو بنیادی عقائد کا نام دیا گیا ہے اگر ان اصولوں کو انسانی دل و دماغ میں بٹھا لیا جائے تو انسانی دل و دماغ میں کوئی غلط سوچ اور کوئی بری نیت نشو و نما نہیں پا سکتی۔ گویا یہ اصول ایک پہرہ دار کی حیثیت رکھتے ہیں اور جب بھی دل و دماغ میں کوئی خراب ارادہ یا نیت جنم لینے کی کوشش کرتی ہے یہ پہرہ دار

Marfat.com

اسے وہیں دبا دیتے ہیں۔

اسلام کے بنیادی عقائد پانچ ہیں جنہیں ہم "اجزائے ایمان، ارکان ایمان اور بنیادی اصول" بھی کہتے ہیں۔ اسلام کے بنیادی عقائد مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ توحید ۲۔ رسالت ۳۔ فرشتوں پر ایمان ۴۔ الہامی کتابوں پر ایمان ۵۔ آخرت پر ایمان

قرآن حکیم کی سورۃ النساء میں ان عقائد کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ (۱۳۶)

"اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روز قیامت کا انکار کرے تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا۔"

اسی طرح سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ (۱۷۷)

"لیکن سب سے بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور سب فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔"

اسی طرح حدیثِ رسول میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں کہ:۔

"اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ"

"کہ تو ایمان لائے اللہ پر، فرشتوں پر اور رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تو ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر پر۔"

عقائد کی ضرورت اور حقیقت و اہمیت

انسان کے تمام اعمال و افعال اور حرکات کا محور اس کے خیالات ہوتے ہیں۔ یہ خیالات دراصل پختہ اور غیر مشکوک اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں جنہیں ہم عقائد کہتے ہیں۔ انسان کا ہر عمل اس کے ارادہ کے تابع ہے اور ارادہ کا محرک ہمارے خیالات و جذبات ہوتے ہیں اور ہمارے خیالات و جذبات پر ہمارے

Marfat.com

اندرونی عقائد کو حکومت حاصل ہے ۔ ہمارے ان عقائد کا مرکز و محور ہمارا دل ہے ۔ رسول اکرمؐ کے بقول دل ہی نیکی اور بدی کا گھر ہے ۔ اگر دل کے اندر نیک خیالات اور نیک عقائد و نظریات جاگزیں ہو جائیں تو انسان کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، اوڑھنا بچھونا سب نیکی کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں لیکن اگر دل ہی برے خیالات، عقائد و نظریات کی آماجگاہ بن جائے تو ایسے انسان سے پھر کسی نیکی اور بھلائی کی توقع رکھنا عبث اور بیکار ہے ۔ قرآن حکیم میں دل کی تین کیفیتیں بیان کی گئی ہیں ۔

۱۔ **سلامت دل** :۔ جو گناہ سے پاک رہ کر سلامتی کے راستے پر چلتا ہے ۔

۲۔ **گناہ گار دل** :۔ جو گناہوں کے راستے پر چل نکلتا ہے ۔

۳۔ **رجوع کرنیوالا دل** :۔ جو کبھی بھٹک بھی جائے تو فوراً نیکی کی جانب رجوع کر لیتا ہے ۔

دل کی ان حیثیات کے پیش نظر علم نفسیات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی عملی اصلاح کے لئے اس کی قلبی اور دماغی اصلاح مقدم ہے اور دل کی اصلاح کے لئے عقیدے کا درست ہونا ضروری ہے کیونکہ صحیح معنوں میں عقیدہ ہی دل پر حکمرانی کرتا ہے گویا عمل صالح کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم چند صحیح اصولوں کو اس طرح دل میں بٹھا لیں کہ وہ ایک غیر متزلزل عقیدے کی حیثیت اختیار کریں ۔ اور پھر اس عقیدہ کی روشنی اور راہنمائی میں اپنے تمام کام انجام دیں ۔

بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عقل ہمارے ہر کام میں ہماری راہنمائی کرتی ہے لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہماری عقل بھی آزاد نہیں وہ ہمارے دلی یقین اور ہمارے اندرونی جذبات کی مرہونِ منت ہے محض عقل کے سہارے ہم اپنی دلی کیفیات، ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات پر قابو نہیں پا سکتے ۔ اگر قابو پا سکتے ہیں تو محض اپنے مضبوط عقائد اور مضبوط ذہنی تصورات کے باعث ملے یہ عقائد ہمارے ایمان کا بنیادی حصہ ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان عقائد کو تسلیم کئے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں کہلا سکتا ۔ حضورؐ نے اپنی ساری زندگی ان عقائد کو لوگوں کے سامنے بار بار پیش کیا اور ان کی اہمیت کو واضح کیا یہ اس لئے کہ یہ عقائد ہی ہمارے دین اور مذہب کی بنیاد ہیں ۔ ذیل میں ان عقائد کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں ۔

خلاصہ :۔ عقائد عقیدہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گرہ لگانا، باندھنا ۔ عقائد ۔ اصل ایسے پختہ اور مضبوط نظریات کا نام ہے جو انسان کے دل و دماغ پر غلبہ حاصل کر کے اس سے اچھے یا برے کام سرزد کرواتے ہیں ۔ تمام انبیاء نے اپنی تبلیغ کا آغاز عقیدہ کی اصلاح سے کیا ۔ اسلام نے عقیدہ کی درستی پر خصوصی زور دیا ہے کیونکہ عقیدہ ہی وہ بنیاد ہے جس پر اعمال کی عمارت استوار ہوتی ہے ۔ اسلام کے بنیادی عقائد پانچ ہیں یعنی توحید ۔ رسالت ۔ فرشتوں پر ایمان ۔ الہامی کتابوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان لانا ۔

Marfat.com

توحید

مفہوم

توحید کا لفظ "وحدت" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ایک ماننا، شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور اس کی صفات میں وحدہٗ لاشریک مان لینے کا نام توحید ہے۔ توحید کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں ۱۔ توحید فی الذات ۲۔ توحید فی الصفات ۳۔ توحید فی الافعال ۴۔ توحید فی العبادات یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور اس کی صفات میں لاشریک مانا جائے اور اس کے سوا کسی اور کو عبادت کا حقدار قرار نہ دیا جائے۔ عقیدہ توحید کی بنیاد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو بلا شرکتِ غیرے معبودِ حقیقی تسلیم کر لیتے ہیں تو ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ ہم سوائے خدا کے کسی اور کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کریں۔ صرف خدا ہی کو اس کائنات کا خالق، مالک اور رازق سمجھتے ہوئے صرف اسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے توقع و نقصان کا مالک اور زندگی و موت پر قادر تسلیم نہ کریں۔

توحید کا صحیح اسلامی تصور

اسلام کا تصورِ توحید باقی تمام ادیان اور مذاہب کے مقابلے میں زیادہ واضح اور نکھرا ہوا ہے۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے وجود کو تسلیم کر لینے کے ساتھ ساتھ اس کی تمام صفات اور اسمائے حسنیٰ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ توحید فلسفۂ اخلاق اور اسلامی مذہب کی جان ہے اور قرآن کی نظروں میں توحید محض ایک عقیدہ ہی نہیں بلکہ ایک ایسا زندہ احساس ہے جو جان و دل پر ہر وقت طاری رہتا ہے۔ اسلامی تصورِ توحید کی رُو سے ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور کو اِلٰہ قرار نہیں دے سکتے اور نہ ہی کسی اور کو اس کا ہمسر شریک ٹھہرا سکتے ہیں۔ اپنی ذات کی طرح اپنی صفات میں بھی اللہ تعالیٰ بے مثل اور لازوالی ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ معبودِ حقیقی ہونے کے اعتبار سے بھی اللہ کے سوا کسی غیر اللہ کو عبادت کا حق نہیں پہنچتا۔ انسان کو اپنی پوری زندگی اللہ کی بندگی کے لئے وقف کر دینی چاہیئے۔

توحید کی ضد شرک ہے۔

Marfat.com

توحید کی اقسام

توحید کی چار اقسام ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ توحید فی الذات توحید فی الذات کا مطلب ہے کہ وہ احد ہے یگانہ و یکتا ہے۔ قل ھو اللہ احد صرف وہی اللہ ہے (و الٰھکم الٰہ واحد) وہی خالقِ کائنات ہے (فاطر السمٰوٰت و الارض) تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا مالک الملک ہے وہ ازل سے ابد تک رہے گا ھو الاول والاخر۔ وہ تغیر اور فنا سے پاک ہے ہم کسی اور چیز سے اس کو تشبیہہ نہیں دے سکتے لیس کمثلہ شیئ کیونکہ اس جیسی کسی شے کا پوری کائنات میں وجود نہیں۔ اسے آنکھیں نہیں پا سکتیں۔ وہ آنکھوں کو پا لیتا ہے۔ اس کی ذات کامل ہے اور وہ ہر قسم کے عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے

۲۔ توحید فی الصفات توحید فی الصفات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنی صفات میں بھی بے مثل، بے نظیر اور یکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسی صفاتِ کاملہ کا مالک ہے جو کسی فرد یا چیز میں نہیں ہو سکتی۔ مثلاً پیدا کرنا۔ زندہ کرنا۔ مارنا، اولاد دینا۔ رزق دینا۔ مشکل کشائی کرنا۔ فریاد رسی کرنا۔ حاجت روائی کرنا۔ بخشنا۔ عالم الغیب، اور توبہ قبول کرنا اللہ تعالےٰ کی بنیادی صفات ہیں۔ جو کسی اور میں نہیں پائی جا سکتیں۔

۳۔ توحید فی الافعال اس سے مراد ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے تمام تر افعال میں یکتا و یگانہ ہے۔ کوئی اس کا مددگار نہیں اس کائنات میں جس قدر بھی تصرف ہوتا ہے اسی ذاتِ واحد کی طرف سے ہوتا ہے ان اللہ یفعل ما یشاء۔ ادنےٰ سے ادنےٰ بات بھی اس کے علم سے باہر نہیں وہ ہمارے دلوں کے بھید تک سے بھی واقف ہے۔ علیم بذات الصدور۔ وہی جنس مقرر کرتا ہے۔ کسی کو نر اور کسی کو مادہ۔ وہی سب کو پیدا کرتا ہے اور بالآخر یہ پوری کائنات اسی کے حکم سے فنا ہو جائیگی۔ ہر قسم کے افعال پر اسے پوری قدرت حاصل ہے۔ ان اللہ علیٰ کل شیئ قدیر

۴۔ توحید فی العبادات معبود حقیقی ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی اور عبادت کا حقدار نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے

Marfat.com

سوا باقی سب مخلوقات ہیں۔ اس لیے وہ عبادت کی حقدار نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو پیدا ہی اپنی عبادت کے لیے کیا تھا وَما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

ہمیں صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا حکم ماننا چاہیے اور اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

توحید کی ضرورت و اہمیت

عقیدہ توحید اس قدر اہم ہے کہ اسلام سے قبل بھی تمام ادیان و مذاہب کے لوگ خدا کے وجود کے قائل ہے اور جن لوگوں نے خدا کی خدائی میں دوسروں کو شریک ٹھہرایا وہ مشرک قرار پائے۔ گذشتہ انبیائے کرام نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو اپنی امت کے سامنے سب سے پہلے کلمہ توحید ہی پیش کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت سب انبیائے کرامؑ کی تبلیغ و تعلیم کا نقطۂ آغاز توحید ہی تھا جس طرح اسلامی طرز فکر کی بنیاد عقائد پر ہے۔ اسی طرح عقائد کی بنیاد توحید پر ہے۔ تمام اسلامی عقائد توحید ہی کی وجہ سے اہمیت رکھتے ہیں۔ اور اگر ان اسلامی عقاید میں سے عقیدۂ توحید کو نکال لیا جائے تو باقی تمام عقائد بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ظاہر ہے ہم رسولوں پر اس لیے ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کا فریضہ سونپا۔ لہٰذا اگر کوئی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کا انکار کر دے تو اس کا عقیدۂ رسالت بے معنی اور بے سود ہو گا۔ اسی طرح ہم الہامی کتابوں پر اس لیے ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔ فرشتوں پر اس لیے ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے نظامِ کائنات میں مختلف ذمہ داریاں سونپ رکھی ہیں۔ آخرت پر اس لیے ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا مقرر کردہ ایک ایسا یومِ حساب ہو گا۔ جب انسانوں کے دنیوی اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کر دیں تو ہمارے یہ باقی عقائد بھی بے مقصد ہوں گے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید ہی کی بنیاد پر بنی نوع انسان کی زندگی میں وہ انقلاب برپا کیا۔ تاریخ جس کی آج تک شاہد ہے۔ غریب، بدحال اور فاقہ کش انسانوں کے دل و دماغ جب توحید کے نور سے منور ہو گئے تو انہوں نے جبر و استبداد کی بنیادیں

Marfat.com

اکیڈیڈ الیں اور سوائے خدا کے کسی اور سے نہ ڈرے ۔ توحید انسان کو صرف خوشامد، ریاکاری اور برائیوں ہی سے نہیں بچاتی بلکہ اپنے ماننے والوں کو اطمینان اور سکون کے جذبے سے سرشار کر دیتی ہے۔ توحید کو ماننے والے لوگ اپنے تمام اعمال و افعال پر اس قدر قابو رکھتے ہیں کہ احکام خداوندی کے خلاف کوئی فعل سرزد نہیں کرتے اور یہی شرفِ انسانیت کی وہ معراج ہے جسے علامہ اقبال نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

توحید، انسان کو نہ صرف خالقِ کائنات اور معبودِ حقیقی کے صحیح مقام سے روشناس کراتی ہے بلکہ انسان کو اپنی اصل حیثیت، اپنی قدر و قیمت اور اپنا صحیح مقام پہچاننے میں بھی مدد دیتی ہے۔

توحید کی اہمیّت قرآن کی روشنی میں

قرآن حکیم میں سب سے زیادہ اہمیت عقیدہ توحید ہی کو دی گئی ہے۔
بلکہ یوں کہا جائے کہ قرآن حکیم کا پیغام ہی دراصل پیغامِ توحید ہے تو بے جا نہ ہوگا۔
قرآنِ حکیم میں تمام سابقہ انبیاء کی دعوت و تبلیغ کا مقصد توحید کا اثبات بتایا گیا ہے
قرآنِ حکیم میں توحید پہ ایمان لانے پر بے حد زور دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے

(۱) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے)
۲۔ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (بے شک تمہارا معبود یقیناً ایک ہے)
۳۔ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (اللہ ہی تو ایک معبود ہے)

توحید کے مقابلے میں شرک کا لفظ آیا ہے اور شرک کو قرآنِ حکیم نے ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔ بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔

توحید کی اہمیّت احادیث کی روشنی میں

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کو اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ آپ کی مشہور حدیث میں جو پانچ ارکانِ اسلام بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا رُکن توحید و رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ احادیث کی روشنی میں توحید کی جو اہمیت

Marfat.com

سامنے آتی ہے۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ توحید پر ایمان لانا اسلام میں داخل ہونے کے لیے سب سے پہلی اور لازمی شرط ہے۔

۲۔ توحید اسلام کا اصل پیغام ہے۔

۳۔ اُخروی نجات کے لیے توحید پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۴۔ تمام سابقہ انبیائے کرام کی تعلیمات کا محور توحید تھا۔

۵۔ توحید جنت میں داخل ہونے کی کنجی ہے۔

عقیدۂ توحید کے حق میں دلائل

عقیدۂ توحید کے حق میں کئی طرح کے دلائل دیئے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ نظام کائنات کی ہم آہنگی وسیع و عریض نظام کائنات کروڑوں برس سے چل رہا ہے۔ اپنی تمام تر طوالت اور اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود اس نظام کائنات میں کبھی اتنی بڑی خرابی پیدا نہیں ہوئی کہ اس کے تباہ و برباد ہو جانے کا خدشہ ہوا ہو۔ اس کی بنیادی وجہ دراصل یہ ہے کہ یہ تمام کائنات صرف ایک ہی ہستی کے ہاتھ میں ہے جسے ہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اگر یہ نظام کائنات ایک سے زیادہ ہستیوں کے ہاتھ میں ہوتا تو ان کے احکامات ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا جانے کی صورت میں اس کی تباہی و بربادی کے آثار کبھی کے پیدا ہو گئے ہوتے لیکن عملی طور پر چونکہ ہمیں نظام کائنات میں اس طرح کی کوئی گڑبڑ یا خرابی دکھائی نہیں دی۔ لہٰذا نظام کائنات کی سالمیت اور ہم آہنگی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ سارے کا سارا نظام صرف ایک ہی خدا کے ہاتھ میں ہے۔

۲۔ عناصر کائنات کا باہمی ربط مختلف عناصر کائنات یعنی پانی۔ مٹی، ہوا اور روشنی وغیرہ اگرچہ اپنی ماہیئت اور اصلیت کے اعتبار سے اپنی جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان عناصر کائنات کے اندر اس قدر باہمی ربط اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے کہ ان عناصر نے کبھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار نہیں کیا۔ خالق کائنات نے انہیں جو فرائض اور ذمہ داریاں سونپی ہیں وہ انہیں ٹھیک ٹھیک سرانجام دے رہے ہیں۔

Marfat.com

اس کی بنیادی وجہ بھی یہ ہے کہ ان سب عناصر کا کنٹرول ایک ہی ہستی کے ہاتھ میں ہے جسے ہم اللہ تعالےٰ کہتے ہیں۔ اگر اِن عناصر کو کنٹرول کرنے والی الگ الگ ہستیاں ہوتیں تو اِن کے درمیان اس قسم کی ہم آہنگی، باہمی تعاون اور باہمی ربط دکھائی نہ دیتا۔ گویا ان کا ایک دوسرے سے تعاون اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ اِن سب کو چلانے والی ایک ہی ذات ہے۔

۳۔ اِنسانی فطرت کی پکار انسان کی فطرت کے اندر توحید کا اقرار موجود ہے اللہ تعالےٰ نے عالم ارواح میں تمام انسانی روحوں سے جب یہ سوال کیا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں) تو سب نے یہ اعتراف کیا تھا قَالُوْا بَلٰی (ہاں آپ ہمارے ربّ ہیں) انسان کو چاہیئے کہ اپنی خود غرضیوں اور کفر و جہالت کے پردے میں کتنا ہی کیوں نہ پھنس جائے۔ جب بھی وہ کسی ایسی مصیبت کا شکار ہوتا ہے جہاں اس کے دینوی وسائل اس کا ساتھ نہیں دیتے تو اس مصیبت اور پریشانی کے عالم میں اسے یہ امید رہتی ہے۔ کہ شاید کوئی غیبی امداد اسے پریشانی اور مایوسی سے نکال کر کامیابی سے ہمکنار کر دے۔ یہ غیبی امداد دراصل اللہ تعالےٰ ہی کی امداد ہوتی ہے۔

۴۔ تمام انبیائے کرامؑ کی تعلیم جتنے بھی انبیائے کرامؑ اس دنیا میں تشریف لائے۔ سب نے توحید ہی کی تعلیم دی کبھی کبھی نبی یا رسول نے شرک کی تربیت نہیں دی۔ اگر کسی نبی کے پیروکاروں میں آج اگر کوئی مشرکانہ عقائد یا رسوم پائی جاتی ہیں تو یہ بعد کے اضافے ہیں جو لوگوں نے اپنے طور پر دین میں شامل کر لیے ہیں۔ انبیائے کرامؑ کی اصل تعلیمات سے ان کا کوئی تعلق نہیں

۵۔ صادق و امین کی گواہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبی بننے سے پہلے ہی صادق اور امین کے القابات سے پکارے جاتے تھے حتیٰ کہ آپؐ کے بدترین دشمن بھی اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ اس صادق و امین نے یہ بتایا ہے کہ اِلٰہ صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ اس کے سوا کوئی اور اِلٰہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

۶۔ قرآنِ کریم کی گواہی قرآن حکیم کے کلامِ الٰہی ہونے اور سچا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ قرآنِ حکیم نے پوری دُنیا کو یہ چیلنج دے رکھا ہے کہ اگر تمہیں قرآنِ حکیم کے الہامی کلام ہونے میں کوئی شک ہے تو اس جیسی

Marfat.com

ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ تاریخ شاہد ہے کہ آج تک کوئی بھی قرآن جیسی ایک سورت تو درکنار ایک آیت بھی نہیں بنا سکا۔ حتیٰ کہ عرب کے فصاحت و بلاغت کے ماہر جنہیں اپنی زبان اور قادر الکلامی پہ ناز تھا۔ انہیں بھی یہ اعتراف کرنا پڑا

ھٰذا لیس من کلام البشر (یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا)

اس سچے کلامِ الٰہی نے بھی یہ گواہی دی ہے کہ اللہ پاک تنہا معبود حقیقی ہے اس کے کوئی ہرگز معبود نہیں ہو سکتا۔

اللہ کا ایک جامع و کامل تصور

اللہ تبارک و تعالےٰ حیّ و قیوم ہے ازل سے ابد تک رہے گا۔ عالم الغیب ہے۔ قادرِ مطلق ہے۔ خالقِ کائنات ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں وہ کُن کہتا ہے فیکون یعنی ہر چیز ہو جاتی ہے۔ تمام مخلوقات اس کی عبادت گزار ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے بارے میں یہ جو جامع تصور پایا جاتا ہے یہ توحید کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کون ہے جو اس تصور کو پورا کرتا ہے۔

توحید کے تقاضے

قرآنِ حکیم اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں عقیدہ توحید کے مندرجہ ذیل تقاضے سامنے آتے ہیں۔

ا۔ صفاتِ الٰہیہ پر ایمان لانا

توحید پر ایمان لانے کے بعد انسان پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ قرآنِ حکیم میں مذکور اللہ تعالےٰ کی اعلےٰ صفات پر ایمان لائے۔ جن میں سے نہایت اہم صفات حسب ذیل ہیں۔

i :- **خالقِ کائنات** :- توحید کا یہ اولین تقاضہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو خالقِ کائنات مانا جائے۔ زمین و آسمان، بحر و بر، چاند سورج اور پہاڑ سب اللہ تعالےٰ کے پیدا کردہ ہیں اور تخلیق کے اس عمل میں اللہ تعالےٰ کا کوئی شریک نہیں۔

ii۔ **مالکِ کائنات** :- اللہ تعالےٰ تنہا اس کائنات کا مالک ہے۔ کائنات کی حقیقی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی بادشاہی صرف ہماری دنیوی زندگی تک محدود نہیں بلکہ آخرت کے بعد بھی وہ مالک و بادشاہ ہوگا۔

iii۔ **مدبّرِ کائنات** :- ہماری کائنات اللہ تعالےٰ کے حسنِ تدبر کا عملی اظہار ہے اس نے کائنات میں ایک مثالی نظم و نسق۔ توازن و تناسب اور ہم آہنگی

Marfat.com

قائم کر رکھی ہے۔ تدبر کائنات میں کوئی اس کا معاون یا مشیر نہیں۔

۱۷ا۔ ربّ کائنات :۔ اللہ تعالےٰ ربّ کائنات ہے۔ اس نے مخلوقات کو پیدا کرنے کے بعد ان کے غور و خوض اور دیگر ضروریات کا سامان مہیا کر رکھا ہے۔ وہ ساری کائنات کا رزق رساں ہے۔ اس کے خزانے میں کسی قسم کی کمی ہرگز نہیں

۷۔ معبودِ کائنات :۔ اللہ تعالےٰ تنہا معبود حقیقی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور پرستش کے لائق نہیں۔ لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیئے اور اسی کے آگے سربسجود ہونا چاہیئے۔

۲۔ اللہ تعالےٰ سے محبت اللہ تعالےٰ ہماری دعائیں قبول کرتا ہے غفور رحیم ہے۔ مشکل کشا اور پروردگار ہے۔ لہٰذا انسان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس سے محبت کرے۔ قرآن کریم میں اہلِ ایمان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

۳۔ شکرگذاری اللہ تعالےٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کر رکھی ہیں لہٰذا انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اس کی حمد و ثنا بیان کرتا رہے۔

۴۔ استعانت توحید کا یہ بھی تقاضا ہے کہ انسان مشکل وقت میں صرف اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگے اس کے سوا کوئی اور نفع و نقصان، زندگی و موت دینے پر قدرت نہیں رکھتا۔

۵۔ اللہ تعالےٰ پر توکل انسان کو اللہ تعالےٰ پر توکل رکھنا چاہیئے نہ تو کسی کامیابی کی صورت میں اسے صرف ذاتی قابلیت اور کاوش کا نتیجہ سمجھ کر اس پر فخر کرنا چاہیئے اور نہ ہی کسی ناکامی کی صورت میں مایوس اور بددل ہونا چاہیئے بلکہ ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کی ذات پر مکمل توکل اور بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہی بہترین کارساز ہے۔

۶۔ پُرامیدی مومن کو کبھی مایوس اور بددل نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ وہ ایک ایسے عظیم خدا پر ایمان رکھتا ہے جو وسیع و عریض کائنات کا مالک ہے۔ وہ جسے چاہے جو چاہے عطا کر سکتا ہے لہٰذا اس کی ذات پر ایمان لے آنے کے بعد ناامیدی کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔

Marfat.com

۷۔ خوفِ خدا
جس طرح مومن پر یہ لازم ہے کہ وہ خدا سے محبت کرے اسی طرح اسے خدا سے ڈرتے ہوئے نیکی اور پرہیز گاری کی زندگی گزارنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ کی رضا کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے اور اس کی ناراضگی سے بچنا چاہیئے۔

۸۔ صرف اللہ تعالےٰ سے دعا مانگنا
انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام ترحاجات اور ضروریات کے لیے صرف اللہ تعالےٰ ہی سے دعا مانگے اس کا حکم ہے تم مجھ سے دعا مانگو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات

انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ عزتِ نفس
عقیدہ توحید پر یقین رکھنے والوں کو چونکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کائنات کا تنہا مالک ہے اس لیے وہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنی عزتِ نفس کو مجروح نہیں کرتے اور نہ ہی کسی اور کے سامنے سر جھکا کر اپنی ذلت اور رسوائی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس منکر توحید اپنی عزت نفس کی پرواہ کیئے بغیر اپنے وقتی مفادات کی خاطر اپنے ہی جیسے انسانوں کے آگے ہاتھ پھیلانے لگتے ہیں حتیٰ کہ خود ساختہ بتوں کو خدا سمجھ کر ان کے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔

۲۔ عاجزی و انکساری
توحید کا اقرار کرنے والے اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ طاقت کا اصل سرچشمہ اللہ تعالےٰ کی ذات ہے ہمیں جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے اس لیے وہ اپنی اصل حیثیت کو پہچانتے ہوئے انتہائی عاجزی اور انکساری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس کے برعکس منکر توحید اپنی وقتی قوت پر فخر و غرور کرتے ہوئے اپنی اصل حیثیت کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اپنی طاقت کے زعم میں گھٹیا حرکات کرنے لگتے ہیں حتیٰ کہ دوسروں پر ظلم و ستم کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

۳۔ حقیقی آزادی
عقیدہ توحید کو مان لینے سے انسان کو حقیقی آزادی ملتی ہے۔ کیونکہ توحید کو ماننے والے اللہ تعالےٰ کے سوا

Marfat.com

باقی سب کی غلامی سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی گردن کسی اور کے آگے ہرگز نہیں جھکتی۔ اس کے برعکس منکر توحید اپنے مفادات کے بندے ہوتے ہیں۔ دنیوی مفادات کی خاطر ہر کسی کا غلام بننا گوارا کر لیتے ہیں۔

۴۔ **حقیقی مساوات** عقیدہ توحید کو مان لینے سے حقیقی مساوات پیدا ہوتی ہے۔ توحید کے ماننے والوں کو یہ احساس رہتا ہے کہ ایک ہی خدا کی مخلوق ہونے کے اعتبار سے سب انسان یکساں عزت و وقار کے حقدار ہیں۔ مختلف رنگ و نسل اور طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ، انسان ہونے کے ناطے سے برابر ہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں پر حکومت چلاتا پھرے اس کے برعکس منکر توحید رنگ و نسل کی وقتی تقسیم کو وجہ امتیاز سمجھتے ہیں اور ذات کے اعتبار سے کمتر حیثیت رکھنے والے افراد کو تضحیک کا نشانہ بنانے سے گریز نہیں کرتے۔

۵۔ **وسعتِ نظر** توحید کو ماننے والے ایک ایسے خدا پر یقین رکھتے ہیں جو ایک وسیع و عریض کائنات کا مالک ہے۔ اس لیے ان کا اپنا نقطۂ نظر بھی وسیع ہو جاتا ہے۔ وہ تعصب اور تنگ نظری کا شکار نہیں ہوتے اس کے برعکس منکر توحید کوتاہ نظر ہوتے ہیں ان کا نقطۂ نظر محدود ہوتا ہے لہذا وہ اپنے وقتی دنیاوی مفادات سے آگے نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔

۶۔ **انسانی شرف و فضیلت** اسلامی نقطۂ نظر سے انسان خصوصی شرف و فضیلت کا مالک ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ولقد کرمنا بنی آدم کے الفاظ میں انسان کو صاحب عزت قرار دیا ہے۔ اس لیے توحید کو ماننے والے خود بھی انسانی شرف و فضیلت کے معیار پر پورا اترنے کی کوشش کرتے ہیں اور باقی لوگوں کو بھی یکساں عزت و وقار کا حقدار سمجھتے ہیں۔ دوسروں کو حقیر اور کمتر نہیں سمجھتے۔ اس کے برعکس منکر توحید اپنے انسانی شرف و فضیلت کا خیال نہیں رکھتے۔ انسانیت سے گری ہوئی حرکات کرنے لگتے ہیں۔

۷۔ **دلی اطمینان اور سکون** توحید کو ماننے والے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بے حد حساب ہے۔ اس کی رحمت بڑی وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ

Marfat.com

قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت، رحمت اور اس کی قربت کا احساس انسان کو دلی اطمینان اور سکون مہیا کرتا ہے۔ ویسے بھی یہ فرمانِ الٰہی ہے کہ الا بذکر اللہِ تطمئن القلوب (خبردار اللہ تعالیٰ کا ذکر اطمینانِ قلب مہیا کرتا ہے) اس کے برعکس منکرِ توحید اطمینانِ قلب سے محروم ہوتے ہیں اور قدم قدم پر مایوسی اور بد دلی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۸۔ ثابت قدمی توحید کو ماننے والے ہر حال میں ایمان کے راستے پر قائم رہتے ہیں کوئی بڑے سے بڑا خوف یا لالچ انہیں ایمان کی دولت سے محروم نہیں کر سکتا۔ انہیں یہ یقین ہوتا ہے کہ انہیں ایک ایسی ہستی کی نصرت و حمایت حاصل ہے جو ساری کائنات کی مالک ہے اور اپنے ماننے والوں کا ساتھ نہیں چھوڑتی اس لیے نصرت ایزدی کا یہ احساس ان کے اندر صبر و استقامت پیدا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے سہارے ہر قسم کی مشکلات اور مصائب پر قابو پا لیتے ہیں۔ اس کے برعکس منکرِ توحید معمولی خطرات اور مصائب کے سامنے گھبرا جاتے ہیں۔ ان کے اندر وہ ایمانی قوت موجود نہیں ہوتی جو مشکل حالات میں انہیں صبر و ہمت اور حوصلہ عطا کر سکے۔

۹۔ بہادری و جذبہ جہاد توحید کو ماننے والے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری موت کے لیے جو وقت معین کر رکھا ہے۔ اس سے پہلے کوئی ہمیں ہرگز نہیں مار سکتا اور جب ہماری موت کا مقررہ وقت آ جائے تو کوئی ہمیں نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا موت و حیات سے بے نیاز ہو کر وہ میدانِ عمل میں کود پڑتے ہیں ان کا نظریۂ موت و حیات انہیں بہادر بنا دیتا ہے۔ انہیں یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ راہِ حق میں مارے گئے تو شہید ورنہ غازی کہلائیں گے۔ اس لیے حق کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے وہ میدانِ عمل میں نکل آتے ہیں۔ اس کے برعکس منکرینِ توحید انتہائی بزدل اور ڈرپوک ہوتے ہیں۔ وہ معمولی معمولی خطرات کو اپنی موت کا پیش خیمہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ ان کے سامنے چونکہ کوئی عظیم مقصد نہیں ہوتا جو انہیں عزم اور حوصلہ عطا کر سکے لہٰذا وہ شجاعت جیسی خصوصیت سے محروم رہتے ہیں

۱۰۔ پرہیزگاری اور اخلاق کی اصلاح توحید پر یقین رکھنے والے یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک روز

Marfat.com

انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر اپنے دنیوی اعمال کا حساب دینا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی باز پرس کا یہ احساس انہیں اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ نیک اور پرہیزگار بن کر رہیں اور اپنے اخلاق کی اصلاح کرتے رہیں۔ وہ ہر ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھاتے ہیں تاکہ ان سے کوئی ایسی لغزش نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی گرفت کا باعث بنے۔ اس کے برعکس منکرین توحید کے اندر چونکہ خدا کے سامنے جواب دہی کا احساس موجود نہیں ہوتا اس لیے وہ نیکی اور بدی کی پرواہ کئے بغیر اپنی ذاتی منفعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اچھا بُرا ہر کام کرتے چلے جاتے ہیں۔

۱۱۔ غرور و تکبر کا خاتمہ عقیدہ توحید کو ماننے والے یہ جانتے ہیں کہ دنیوی مرتبہ اور مقام اور مال و دولت حاصل کرنے میں ان کی ذاتی محنت، کاوش اور قابلیت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی شامل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لیے وسائل، قابلیت اور صلاحیتیں عطا کرتا ہے اس لیے وہ کوئی مرتبہ و مقام یا کامیابی حاصل ہونے پر غرور اور تکبر نہیں کرتے۔ اس کے برعکس منکرین توحید اپنے مرتبہ و مقام اور مال و دولت کو اپنی ذاتی قابلیت اور کوشش کا نتیجہ سمجھ کر اس پر فخر و غرور کرنے لگتے ہیں لیکن اُن کی یہ سوچ انہیں خود غرض بنا دیتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ دوسروں پر ظلم اور زیادتی کرنے پر بھی گریز نہیں کرتے۔

۱۲۔ اصلاحی معاشرے کا قیام عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والے چونکہ یہ احساس رکھتے ہیں کہ بنیادی طور پر سب لوگ ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں اور آدم و حوا کی اولاد ہونے کی نسبت سے ایک انسانی وحدت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ رنگ و نسل، زبان اور جغرافیات، امتیازات سے بالاتر ہو کر سوچتے ہیں۔ اس طرح ایک عالمگیر معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ جب کہ منکرین توحید رنگ و نسل، زبان اور جغرافیائی امتیازات کے اندر محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔

۱۳۔ روحانی تسکین انسان کی طبیعت میں یہ فطری جذبہ موجود ہے کہ وہ کسی کے آگے سر جھکائے۔ اگر یہ سر جھکانا خالق حقیقی کے سامنے ہو تو ایسے انسان کو روحانی تسکین ملتی ہے۔ لیکن محکومی کا یہ جذبہ اگر اسے غلط راستے پر ڈال دے تو وہ ہر کس و ناکس کا محکوم بن جاتا ہے۔

Marfat.com

۱۴۔ کائنات کے مطالعہ و تسخیر کی دعوت کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور یکتائی کا اعلان کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں کائنات میں گھومنے پھرنے اور اس کا مطالعہ کرنے کی دعوت دی ہے تاکہ ہم توحید الٰہی کے صحیح جذبے سے سرشار ہو سکیں۔ کائنات کے اسرار و رموز کو جاننے کے لیے جب انسان کائنات کے اندر سرگرداں رہتا ہے تو اس کے اندر تسخیر کائنات کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ خود اللہ تعالےٰ نے سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کے الفاظ میں انسان کو تسخیر کائنات پر ابھارا ہے اس طرح توحید انسان کے اندر کائنات کی تسخیر اور کائنات کے مطالعہ کے جذبے کو جنم دیتی ہے

۱۵۔ توکّل توحید انسان کے اندر توکل کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور یہ توکل انسان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ خدا کی رضا اور خوشنودی کے حصول کو اپنا نصب العین بنائے۔ خدا پر یقین اور توکل رکھنے والا انسان نہ تو کسی کامیابی پر غرور کرتا ہے اور نہ ہی کسی ناکامی کی صورت میں مایوس اور بددل ہو کر چیخنے اور چلانے لگتا ہے بلکہ وہ ہر دو حالت میں اللہ تعالےٰ کی ذات پر یقین اور توکل رکھتے ہوئے کامیابی اور کامرانی سے بے پرواہ ہو کر سرگرم عمل رہتا ہے۔ منکرین توحید توکل کی اس دولت سے محروم ہوتے ہیں، کامیابی پر وہ فخر و غرور کرتے ہیں اور ناکامی کی صورت میں چیخنے اور چلانے لگتے ہیں۔

۱۶۔ خلقِ خدا کی غمخواری عقیدہ توحید کو ماننے والے اپنے اندر اچھی اخلاقی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ تمام انسان ایک خدا کا کنبہ ہیں، اس لیے دوسروں پر ظلم اور زیادتی کرنے کی بجائے خلق خدا کے ساتھ وہ محبت اور ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں اور کوئی ایسی حرکت اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس سے خلق خدا کی آزاری ہو۔

شرک اور اس کی اقسام

لفظی معنی شرک کے لفظی معنی ہیں ملانا، شامل کرنا، اور شریک کرنا حصے دار بنانا۔

اصطلاحی معنی یا مفہوم شریعت کی اصطلاح میں شرک سے مراد ہے اللہ تعالےٰ کو مانتے ہوئے اس کی ذات یا صفات میں کسی اور کو

Marfat.com

شریک ٹھہرانا یاکسی کو ان خوبیوں اور اوصاف کا مالک قرار دینا جو اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ متصف ہیں۔

شرک کی اقسام

شرک کی اقسام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **شرک فی الذات** اس سے مراد ہے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی غیر اللہ کو اس کا شریک ٹھہرانا۔ اس کا حصہ دار ماننا یا اللہ تعالےٰ کو کسی کی اولاد یا کسی کو اللہ تعالےٰ کی اولاد سمجھنا۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو الوہیت کا درجہ دے دینا بھی شرک فی الذات ہے اس سے مراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ خدا ایک نہیں بلکہ ایک سے زیادہ ہیں۔ جیسے مجوسیوں کے ہاں یزداں اور اہرمن دو خداؤں کا تصور پایا جاتا ہے۔ جسے وہ نیکی اور بدی کا خدا کہتے ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے بیٹے ہیں۔ یہ دونوں عقیدے شرک کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں وضاحت آئی ہے۔

(۱) والٰھکم الٰہ واحد " اور تمہارا معبود ایک ہے۔

(۲)۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

اس نے نہ کسی کو جنا اور نہ وہ خود کسی سے جنا گیا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔

۲۔ **شرک فی الصّفات** توحید فی الصفات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ جیسی صفات کسی اور میں مان لی جائیں مثلاً اللہ جیسا علیم و خبیر، قادر مطلق، مشکل کشا، حاجت روا، خالق، مالک رازق اور مختار کل اور کو ماننا یا قسمت کو ستاروں کی گردش سے منسوب کرنا یا یہ کہنا کہ بارش فلاں ستارہ برساتا ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اس کے مثل کوئی شے نہیں)

۳۔ **شرک فی العبادۃ** اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو بھی معبود ماننا، عبادت کے لائق سمجھنا اور اس کے آگے سجدہ کرنا، اللہ تعالےٰ تنہا عبادت کے لائق ہے۔ اس نے اپنے سوا

Marfat.com

کسی اور کی عبادت کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی۔ قرآنِ حکیم نے بڑے واضح الفاظ میں یہ ارشاد ہوا ہے "کہ تم صرف اُسی کی عبادت کرو" لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاهُ "

شرک فی العبادۃ کی کئی صورتیں ہیں مثلاً

(ا) اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق میں سے کسی اور کو خدا مان کر اس کے احکام کی پیروی کرنا اور اس کے احکام کے مطابق فیصلے دینا۔ اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے۔

" اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں)

(ب) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا حامی و ناصر سمجھ کر اس سے مدد مانگنا اور اپنی مشکل کشائی کے لیے التجا کرنا۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے۔

" اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہیں تاکہ وہ ان کی مدد کریں ان میں ان کی مدد کرنے کی طاقت ہی نہیں "

(ج) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو زندگی یا موت اور نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر اس کے آگے ہاتھ پھیلانا اور اس کے آگے سر نیاز خم کرنا اور ان کی خوشنودی کے لیے ان کے نام کی منتیں ماننا۔

۴۔ شرک فی الافعال کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعض تصرفات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مختص ہیں۔ ان تصرفات میں کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا۔ اس کا معاون یا مددگار ماننا شرک فی الافعال ہے کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں اس کی معاون یا مددگار ہو۔ اُسے کسی کی مدد یا تعاون کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اس کے کُنْ کہنے سے (فیکون) یعنی ہر کام ہو جاتا ہے۔

۵۔ خواہشات کی بندگی انسان کا اپنی خواہشات کا غلام بن جانا بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ مومن کی تمام خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہوتی ہیں۔ وہ اپنی خواہشات کے طابع نہیں ہوتا وہ تو صرف احکام الٰہی کا پابند ہوتا ہے اور اگر خواہشات احکام الٰہی سے متصادم ہوں تو وہ انہیں جھٹک کر احکام الٰہی کی جانب رجوع کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا کر ان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ در اصل مشرک ہیں۔ ارشاد ربانی ہے

" کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہو "

Marfat.com

اقسام شرک لطریق دوم

۱- **شرک جلی** اس سے مراد کھلا شرک ہے یعنی جب شرک دل کے عقیدہ سے ہو تو یہ شرک جلی بن جاتا ہے شرکِ جلی کو شرکِ اعتقادی شرک اکبر، شرکِ محض اور شرکِ معنوی بھی کہتے ہیں۔

۲- **شرک خفی** اگر دل کے عقیدے سے شرک نہ کیا جائے بلکہ اس کی جھلک اعمال میں نظر آتی ہو تو اسے شرکِ خفی کہتے ہیں۔ یعنی چھپا ہوا شرک، شرک کی اس قسم کو شرکِ عملی، شرکِ صوری اور شرک اصغر بھی کہا جاتا ہے شرک خفی کا مرتکب مشرک نہیں ہوتا بلکہ وہ فاسق ہوتا ہے۔ حدیث میں ریا کو شرکِ خفی میں شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ریاکار کو نیکی سے بھی غیر اللہ کی خوشنودی مطلوب ہوتی ہے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اُمّت کے بارے میں جس چیز کا سب سے بڑا اندیشہ تھا وہ یہی شرک ہے۔

۳- **شرکؑ دونِ شرک** شرک یہ قسم ایسی ہے جو اعتقادی اور عملی شرک سے کمتر ہے بعض لوگ نادانستہ طور پر عادتاً غیر اللہ کی قسمیں کھاتے رہتے ہیں جیسے یہ کہہ دینا کہ مجھے تیرے سر کی قسم، یہ ایک لحاظ سے ہلکے قسم کا شرک ہے۔ کیونکہ قسم اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کی نہیں ہو سکتی

شرکؑ کا ارتقاء

دُنیا کے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام عقیدہ توحید ہی کے قائل تھے اور انہوں نے اپنی اولاد کو بھی عقیدہ توحید ہی کی تعلیم دی لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نسلِ انسانی کا سلسلہ جوں جوں پھیلتا چلا گیا لوگوں کے عقیدہ میں بھی کمزوری واقع ہوتی چلی گئی۔ لوگوں نے ایک خدا کی بجائے کئی خداؤں کو ماننا شروع کر دیا حتیٰ کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں، ملائکہ، جنات، ستاروں، اپنے نفس، اپنے آباء، اور بعض انبیاء کی بھی پرستش شروع کر دی۔ شرک کی اس تاریخ کو ہم مختلف عنوانات کے تحت ذیل میں واضح کرتے ہیں۔

(۱)- **بُت پرستی** حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بتوں کی پرستش شروع ہو گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے شرک کو ختم کرنے

Marfat.com

کی کوشش کی۔ لیکن قوم نے صاف انکار کر دیا۔ بعد میں یہ غلط عقیدہ ہر دور میں رواج پاتا رہا۔ اسے ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول بھیجے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے وقت خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بُت رکھے ہوئے تھے۔ خدا کے گھر میں خدائے واحدہٗ کو چھوڑ کر ان بتوں کی پوجا ہونے لگی تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کو ان بتوں سے پاک کر دا دیا

۲۔ فرشتوں کی پرستش اہلِ عرب اپنی جہالت کی بنا پر فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر فرشتے راضی ہو جائیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کر کے انسان کے بگڑے ہوئے کام سنوار سکتے ہیں۔ انہوں نے بعض فرشتوں کے بُت بنا رکھے تھے وہ ان کی عبادت کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی شفاعت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

۳۔ جنّوں کی پرستش اہلِ عرب جنّوں کو بھی الوہیت کے زمرے میں شمار کرتے ہوئے ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ نفع اور نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ جنّوں کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ غیب کی خبریں لاتے ہیں۔ لہٰذا وہ عقیدت کے طور پر ان کے نام کی قربانی دیتے تھے۔ قرآنِ حکیم نے انسانوں پر یہ واضح کر دیا کہ جنّ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں۔ لہٰذا وہ ہرگز پرستش کے حقدار نہیں۔

۴۔ ستاروں کی پرستش دیگر اقوام کی طرح عرب بھی ستاروں اور دوسرے اجرامِ فلکی کی پرستش کیا کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ بعض ستارے بدحالی اور قحط کا باعث بنتے ہیں۔ بلکہ بعض دوسرے ستارے خوش حالی کا باعث بنتے ہیں۔ قرآنِ حکیم نے اِن باطل عقیدوں کی نفی کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان ستاروں کا بھی ربّ ہے۔ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حساب سے چل رہے ہیں اور ستارے اور درخت اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔

۵۔ نفس کی پرستش ظہورِ اسلام کے وقت بہت سے لوگ نفس پرستی کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ لوگ ان کی اطاعت کریں اور افکار کو نظریات پر عمل پیرا ہوں۔ نمرود اور فرعون نفس پرستی کے شوق میں خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے تا قیامت نمونہ عبرت بنا دیا

Marfat.com

۶۔ آباؤاجداد کی پرستش عربوں نے بعض دیگر مشرک اقوام کی طرح اپنے آباؤاجداد کی قبروں، تصویروں اور مورتیوں کو معبود بنا کران کی پرستش شروع کردی۔ اپنی غلط سوچ کی بنا پر اپنے بزرگوں کو اللہ تعالےٰ کے ہاں اپنی شفاعت کا ذریعہ سمجھ لیا۔ اللہ تعالےٰ نے آباؤاجداد کی پرستش کے اس رجحان کو شرک قرار دیا۔ قرآنِ حکیم میں یہ مذکور ہے کہ کیا یہ لوگ باپ دادا ہی کی تقلید کئے جائیں گے۔ خواہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور صحیح راستہ کی انہیں خبر ہی نہ ہو"

۷۔ انبیاء کی پرستش اگرچہ تمام انبیائے کرامؑ توحید کے علمبردار تھے مگر بعض قوموں نے اپنی جہالت اور نادانی کی بنا پر انہیں الوہیت کے زمرے میں شامل کرکے ان کی مورتیاں بنائیں اور ان کی پرستش کرنے اللہ تعالےٰ نے اس غلط عقیدے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا

"اللہ تعالےٰ کے سوا انہوں نے اپنے علماء، درویشوں اور مسیح ابنِ مریم کو بھی اپنا ربّ بنا لیا ہے حالانکہ انہیں ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا"

ایک اور جگہ فرمایا

"اے محمدؐ! کہہ دیجئے میں اپنے لیے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہتا ہے اور اگر میں علمِ غائب جانتا تو اپنے لیے بہت سا نفع حاصل کرلیتا اور کوئی بھی تکلیف مجھے نہ چھو سکتی "

فرشتوں پر ایمان

مفہوم:۔ فرشتوں کے لئے قرآن حکیم میں ملائکہ کا لفظ استعمال ہوا ہے ملائکہ جمع ہے مَلَک کی جس کے معنی ہیں قاصد۔ یہ خالق اور مخلوق کے درمیان پیغام رساں اور سفارت کار کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں اس قسم کی ہستیوں کا وجود تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔

تفصیلی عقیدہ:۔ ایمان بالملائکہ کا تفصیلی عقیدہ یہ ہے کہ فرشتوں پر یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ ان کی حیثیت نظامِ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے کارندوں کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق ہیں۔ اللہ نے انہیں جو فرائض اور جو ذمہ داریاں سونپی ہیں وہ اُن سے سرِمُو انحراف نہیں کرسکتے۔ جو لوگ نعوذ باللہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں وہ سراسر جہالت اور گمراہی کا شکار ہیں۔

Marfat.com

ضرورت و اہمیت :۔ ایمان بالملائکہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس کے بغیر توحید و رسالت پر صحیح ایمان نہیں ہو سکتا۔ فرشتوں پر صحیح ایمان لے آنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فرشتے نہ تو خدا کی اولاد ہیں اور نہ ہی نظامِ کائنات میں انہیں اپنی مرضی سے کچھ کرنے کا اختیار اور دخل ہے۔ باقی عقائد کی طرح فرشتوں پر ایمان لانے کا ذکر قرآن حکیم اور حدیث دونوں میں موجود ہے۔ قرآن حکیم میں یہ ذکر بھی آیا ہے کہ جنگ کے دوران فرشتے لشکرِ اسلام کی ڈھارس باندھتے ہیں اس کے علاوہ فرشتے نظامِ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام کے مطابق بے شمار کام سرانجام دیتے ہیں۔

چند اہم فرشتے اور اُن کے کام :۔ ۱۔ جبرائیل :۔ ان کے ذریعے وحیٔ الٰہی پیغمبر پہ نازل ہوتی رہی۔

۲۔ **میکائیل :۔** ان کے ذمے خوراک کا حساب کتاب ہے۔

۳۔ **عزرائیل :۔** یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانوں کی روح قبض کرتے ہیں۔

۴۔ **اسرافیل :۔** یہ قیامت کے روز صُور پھونکیں گے اور تمام نظامِ کائنات تباہ و برباد ہو جائے گا۔

۵۔ **کراماً کاتبین :۔** یہ انسانوں کے اچھے اور بُرے اعمال کو ریکارڈ کرنے پہ مامور ہیں۔

۶۔ **رضوان :۔** جنّت کا انتظام اور اُس کی آرائشگی ان کے ذمّے ہے۔

۷۔ **مالک :۔** اس کا کام جہنّم کی تباہی اور اس کے متعلق انتظام و انصرام ہے یہ دراصل داروغۂ جہنّم ہے۔

۸۔ **منکر نکیر :۔** یہ دو فرشتے انسان کی وفات کے بعد اس کی قبر میں آتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں۔

۹۔ **ملائکہ نصرت :۔** یہ فرشتے جنگوں اور مشکلات میں مومنوں کی مدد کے لئے آتے ہیں۔

۱۰۔ **ملائکہ حفاظت :۔** ہر انسان کی حفاظت کے لئے اس کے ساتھ ہر وقت دس فرشتے رہتے ہیں یہ فرشتے کراماً کاتبین کے علاوہ ہیں۔

۱۱۔ **ملائکہ مغفرت :۔** یہ فرشتے نیک بندوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں

مندرجہ بالا مشہور فرشتوں کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امت کا درود و سلام پہنچانے، مسلمانوں کی ذکر و وعظ کی مجالس میں شرکت کرنے۔ ماں کے رحم کے اندر بچّے کو روح پھونکنے، دریاؤں، سمندروں، صحراؤں، جنگلوں کا انتظام کرنے، مسافروں کے سامان کی حفاظت کرنے اور شیطانی وسوسوں کا مقابلہ کرنے اور نیک لوگوں کو غم سے نجات دلانے اور جنّت کی بشارت دینے کے لئے کئی فرشتے مامور ہیں

Marfat.com

انسانی زندگی پر ایمان بالملائکہ کے اثرات

ا۔ **نفس کی پہچان** :۔ اسلامی تعلیمات کا ایک بنیادی حصہ عرفانِ نفس یعنی اپنے نفس کی پہچان ہے۔ فرشتوں پر ایمان لانے سے یہ مقصد حاصل کرنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسان کی حفاظت و خدمت پر مامور کر رکھا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو انسان کے لئے پیدا کیا ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کے لئے اس طرح فرشتوں پر ایمان لانے سے انسان اپنے اصل مرتبے اور مقام کو پہچان لیتا ہے۔

۲۔ **انسانی شرف و فضیلت** :۔ تخلیقِ آدمؑ کے وقت اللہ تعالیٰ نے انسانی شرف و فضیلت کے باعث فرشتوں اور جنوں سے سجدہ کروایا۔ اس طرح انسان کو مسجود ملائکہ کا شرف حاصل ہوا۔

۳۔ **گناہوں سے پرہیز** :۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے انسان کا نامۂ اعمال تیار کر رہے ہیں اس طرح جب انسان یہ یقین کر لیتا ہے کہ فرشتے اس کا مکمل ریکارڈ تیار کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور یہ اعمال نامہ پیش کئے جانے کے ڈر سے انسان ہر ممکن حد تک گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

۴۔ فرشتوں پر برتری مل جانے پر انسان کو یہ احساس ہوا کہ وہ اشرف المخلوقات ہے اور گناہوں سے پاک مخلوق فرشتوں سے بھی اعلیٰ و افضل ہے لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے سے ادنیٰ یا برابر کی مخلوق کے آگے سجدہ ریز ہو۔

۵۔ **نیکی کا جذبہ** :۔ فرشتے نیک بندوں پر درود و سلام بھیجتے ہیں ان کی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں جب کہ بدکاروں اور گناہ گاروں پر لعنت بھیجتے ہیں فرشتوں کے بارے میں اس حقیقت کا احساس ہو جانے سے انسان برے کاموں سے بچتا ہے اور اس کے اندر زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

۶۔ **مایوسی اور بد دلی کا خاتمہ** اسلامی تعلیمات کی رو سے چونکہ فرشتے مومنوں کی نصرت و حمایت کے لیے وارد ہوتے ہیں گویا یہ نصرت ایزدی کا ایک مخصوص انداز ہے۔ اس طرح فرشتوں پر صحیح طرح ایمان لے آنے سے انسان کے اندر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت اللہ تعالیٰ ان کی امداد کے لیے فرشتے بھیج دے گا اس طرح وہ مایوس اور بد دل نہیں ہوتا۔

○

Marfat.com

رسالتؐ

مفہوم :- عقائدِ اسلام میں رسالت دوسرا بنیادی عقیدہ ہے جس کے معنی ہیں پیغام لے جانا۔ شریعت کی اصطلاح میں اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک لے جانے کو رسالت کہتے ہیں اس مقصد کے لئے نبی اور رسول متعین کئے گئے یعنی جو اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچاتا ہے اسے رسول کہتے ہیں رسول کے لئے قرآن حکیم میں ہادی کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

نبی اور رسول میں کوئی بنیادی فرق نہیں البتہ نبی کا لفظ عام ہے اور رسول کا لفظ خاص ہے نبی کے لئے نئی کتاب اور نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ رسول وہ شخص ہوتا ہے جو کسی نئی شریعت کی دعوت دے اور نئی کتاب لے کر آئے۔ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی جاتی ہے جبکہ رسول ۳۱۴ ہیں۔ ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔

اسلامی عقیدۂ رسالت کی رو سے یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے جو بھی نبی اور رسول بھیجے وہ برحق تھے رسالت و نبوت یہ سلسلہ آدمؑ سے شروع ہو کر حضرت محمدؐ پہ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمیت چوبیس پیغمبروں کے نام مذکور ہیں

رسالت کی ضرورت

جس طرح انسان کو اپنی جسمانی بقا کے لئے خوراک اور پانی وغیرہ درکار ہے اسی طرح روحانی زندگی کے لئے اسے ہدایت اور رہنمائی درکار ہے۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کو اس دنیا میں بے مقصد نہیں بھیجا گیا بلکہ ایک واضح مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کے لئے بھی بھیجا گیا ہے۔

روحانی ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اور اپنے مقصدِ حیات کو سمجھنے کے لئے خدائی ضابطے اور قانون جاننے کے لئے انسان محض اپنی عقل و دانش پر انحصار نہیں کر سکتا کیونکہ اپنی تمام تر پختگی کے باوجود انسانی عقل بہر ناقص اور محدود ہے یہ خدا کے تمام احکام از خود جاننے سے قاصر ہے۔

خدائی احکام جاننے کا ایک اور ذریعہ وجدان ہے لیکن وجدان کے ذریعے بھی انسان خدائی احکام کی اصل روح کو نہیں پہچان سکتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک تیسرا ذریعہ اجتماعی فکر بھی ہے لیکن یہ ذریعہ بھی حتمی اور قابلِ اعتماد نہیں کیونکہ بہت سارے افراد کی عقلِ ناقص کو اگر جمع بھی کر لیں تو اس کا نقص دور نہیں ہو سکتا۔ پھر آخری ذریعہ وحی الٰہی رہ جاتا ہے

Marfat.com

تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام اپنے بندوں تک پہنچانے کا بندوبست کرے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول مقرر فرمائے۔ وحی و الہام کے ذریعے انہیں اپنے احکام اور تعلیمات سے روشناس کرایا اور اپنی تعلیمات کی روشنی میں انہیں بنی نوع انسان کی رہنمائی کا فریضہ سونپا تاکہ انسان راہ گم کردہ مسافروں کی طرح ادھر ادھر نہ بھٹکتے پھریں۔

فرائض نبوت محمدیؐ

۱۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنانا
۲۔ مومنوں کا تزکیہ نفس کرنا
۳۔ قرآنِ حکیم کی تعلیم دینا۔
۴۔ حکمت کی تعلیم دینا۔

رسالتِ محمدیؐ کی خصوصیات

اس میں کوئی شک نہیں کہ اصولی طور پر تمام انبیاء اور رسول برحق ہیں بڑی بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اس لحاظ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرامؑ میں کوئی فرق نہیں لیکن بعض معاملات میں انبیاء ایک دوسرے پر کوئی نہ کوئی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

"یہ رسولوں کی جماعت ہے ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"

اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض امتیازی خصوصیات سے نوازا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ **عالمگیر نبوت** رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے آنے والے انبیاء کرام کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک یا زمانے کے لیے ہوتی تھی۔ مگر آپؐ کی نبوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے ارشاد ربانی ہے

Marfat.com

" اے محمدؐ) تو کہہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں "

یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو آپؐ کی نبوت کے ساتھ مختص ہے آپؐ سے قبل جو انبیائے کرام گئے ان میں سے کسی کو یہ حیثیت حاصل نہ تھی۔ ارشاد نبویؐ ہے

" مجھؐ سے پہلے ہر نبی مخصوص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا لیکن میں تمام لوگوں کے بیلے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں "

آپؐ کے اس ارشاد کی سچائی پر اب پورا عالم شاہد ہے دنیا کا کون سا خطہ، ملک یا براعظم ایسا ہے۔ جہاں مسلمان موجود نہیں۔ حضرت موسٰےعلیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں آئے تھے اسی طرح حضرت شعیبؑ، نوحؑ اور حوت علیہ السلام صرف اپنی اپنی قوم کو ڈرانے آئے تھے۔ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اور آخری رسولؐ ہیں جو ہر کالے اور گورے انسان کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ لہذا رسالتِ محمدیؐ عالمگیر اور بین الاقوامی ہے کسی خاص قوم، نسل، ملک، طبقے اور زمانے تک محدود نہیں

۲- دین کی تکمیل

سابقہ انبیاءؑ کی تعلیمات مختصر، محدود اور مقامی حالات کے مطابق تھیں۔ وہ دائمی اور عالمگیری نہ تھیں۔ ان کی حیثیت ارتقائی اور ہراول دستہ کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالٰے نے حضرت آدم علیہ السلام سے ارتقائے دین کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ شریعتِ محمدیؐ پر اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اگرچہ بنیادی عقاید تو ہر نبی کے وہی تھے جو اسلام نے دیئے ہیں تاہم شریعتوں میں اختلاف رہا ہے۔ ہر قوم کو اس کے حالات اور اصلی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر شریعت دی جاتی تھی۔ جیسے جیسے انسانی ذہن اور تہذیب وتمدن ترقی کرتے گئے ویسے ہی شریعتیں بھی ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے تکمیل کی جانب محوِ سفر رہیں حتیٰ کہ شریعت محمدیؐ پر ارتقاء کا یہ عمل اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ تکمیلِ دین کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

" آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے "

اس آیت میں دین کے مکمل ہونے کی طرف واضح ارشاد موجود ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ دینِ ارتقاء کی تمام منازل طے کر چکا ہے اور اب اس میں بنیادی ارتقاء

Marfat.com

کی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرمؐ کے ساتھ وحی و رسالت کا سلسلہ اپنی آخری حد تک پہنچ کر ختم ہوگیا اور اب قیامت تک کوئی نیا رسول نہیں آئے گا۔ اسلام میں زندگی کے بنیادی اصول متعین کر دیے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں ہر زمانے کے حالات کے مطابق قوانین بنائے جا سکتے ہیں۔ اس حکیمانہ نظام کی بنیاد پر اسلام میں ہر دور کا ساتھ دینے کی گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

رسالت محمدیؐ کا ایک امتیازی وصف جامعیت بھی ہے

۳۔ جامعیت

دوسرے مذاہب پوری انسانی زندگی کا احاطہ نہیں کرتے جب کہ رسالت محمدیؐ مجموعی زندگی کا نہایت جامع اور منظم زندگی کا ضابطہ پیش کرتی ہے۔ حیات زندگی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انسانی ہو یا اجتماعی، معاشی ہو یا سیاسی۔ معاشرتی ہو یا روحانی اسلام کی ہدایات سے محروم ہیں۔ رسالت محمدیؐ دین اور دنیا میں توازن اور اعتدال سکھاتی ہے۔ آپؐ کا اسوۂ حسنہ جامعیت کا حامل ہے بنی نوع انسان کے مختلف طبقات کو اپنی رشد و ہدایت کے لیے جو عملی نمونہ درکار ہیں یا ہر فرد کو اپنی ذمہ داریاں، اپنے تعلقات اور اپنے فرائض نبھانے کے لیے جن عملی نمونوں کی ضرورت تھے اور وہ سب آپؐ کی سیرت طیبہ میں موجود ہیں قرآن حکیم کی نظر میں آپؐ کی حیات طیبہ ہر مسلمان کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے ارشاد ربانی ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

" تمہارے لیے رسول اللہؐ کی زندگی بہترین نمونہ ہے "

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں مکمل ہدایات اور عملی نمونہ دے کر ہمیں سچا اور سیدھا راستہ بتایا ہے۔ انسانی عادات و اطوار کا مجموعہ جسے اخلاق کا نام دیا گیا ہے۔ آپؐ اس کی معراج تک پہنچے ہوئے تھے

ارشاد ربانی ہے۔

انک لعلی خلق عظیم

ترجمہ: " بے شک آپؐ عظیم اخلاق کے مالک ہیں "

اس لیے ہر انسان خواہ وہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو، کے لیے آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کی زندگی ایک قابل تقلید اور قابل عمل نمونہ ہے۔

Marfat.com

۴۔ **ختم نبوّت** ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک آکر وہ مکمل ہو گیا اور کسی نئے نبی یا رسول کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اس سلسلے میں جب ہم اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں جب کوئی نیا نبی یا رسول بھیجا جاتا تو مندرجہ ذیل تین وجوہات میں سے ایک یا زیادہ کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔

أ ۔ پہلے نبی کی تعلیمات مٹ چکی ہوتیں اور ان تعلیمات کو از سرِ نو زندہ کرنے کے لیے کوئی نیا نبی یا رسول درکار ہوتا ۔ پہلے انبیاء کی قومیں خود ہی ان تعلیمات کو بدل ڈالتیں اور ان کی الہامی صورت مسخ ہو کر رہ جاتی ۔

ب ۔ پہلی تعلیمات نامکمل ہوتیں اور انہیں وسعت دینے کے لیے کوئی نیا نبی درکار ہوتا

ج ۔ پہلے نبی کی تعلیمات کسی خاص قوم، علاقے یا زمانے تک محدود ہوتیں اور دیگر اقوام علاقوں اور زمانوں کے لیے نیا نبی بھیجا جاتا۔

ان مذکورہ وجوہات کی روشنی میں جب ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کے نبی بن کر آجانے کے بعد ان تینوں وجوہات میں سے کوئی ایک بھی وجہ باقی نہ رہی۔ کیونکہ :۔

ا ۔ آپ کو جو دین دیا گیا وہ ہر لحاظ سے ایک مکمل دین ہے۔ اس کے اندر تا قیامت آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت اور راہنمائی کا سامان مہیا کر دیا گیا ہے۔ خود خالقِ کائنات نے آپ کے دین کو ایک مکمل دین قرار دیا ہے لہٰذا اس کے بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ۔ ارشادِ ربانی ہے

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ"
وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ترجمہ :۔ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تمہارے اوپر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا ہے "

ب ۔ آپ کو جو الہامی کتاب بطور ضابطہ حیات دی گئی وہ ایک جامع اور محفوظ الہامی کتاب ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود قبول کر رکھی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی چاہے بھی تو قرآنی عبارت میں کوئی ردّ و بدل یا تحریف نہیں کر سکتا

Marfat.com

اس سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآنِ حکیم) کو نازل کیا ہے اور یقیناً
ہم ہی اس کے محافظ ہیں "

ظاہر ہے اللہ تعالےٰ نے جس چیز کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر لے اسے کوئی انسان چاہے وہ کتنا ہی مکار، عیار، طاقت ور اور باصلاحیت کیوں نہ ہو تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا

ج۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے جو نبی یا رسول اس دنیا میں تشریف لاتے رہے وہ کسی خاص قوم، بستی، خطے یا زمانے کے لیے بھیجے گئے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک عالمگیر نبوت ہے آپؐ کو دنیا کے سارے انسانوں کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا

ارشادِ ربانی ہے۔

" ہم نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا "

اسی طرح ارشادِ نبوی ہے۔

" (مجھ سے پہلے) ہر نبی خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا گیا لیکن میں تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں "

مندرجہ بالا دلائل اور حقائق کی روشنی میں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کی نبوت اور رسالت کے بعد وہ وجوہات ہی باقی نہ رہیں جن کی بنا پر کوئی نیا نبی یا رسول بھیجا جاتا تھا اس لیے آپؐ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا ہرگز کوئی امکان نہیں۔

اس سلسلے میں بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عیسٰے علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کی حیثیت کیا ہو گی۔ اسلامی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ اس وقت حضرت عیسٰے علیہ السلام کی حیثیت آپؐ کے ایک امتی کی ہو گی اور وہ دنیا میں اس وقت اپنا دین نافذ کرنے کی بجائے آپؐ ہی کے دین کو نافذ کرنے کی کوشش کریں گے۔

۵۔ نبی منتظر حضورؐ کے بارے میں گزشتہ انبیاء نے پیش گوئی کی اور آپؐ کی آمد کی بشارت دے گئے۔ آپؐ کی بعثت سے قبل عرب و عجم کی نگاہیں آپؐ کے انتظار میں فرشِ راہ تھیں۔ بحیرہ راہب اور ورقہ بن نوفل نے آپؐ کو فوراً شناخت کر لیا تھا۔ جب ہرقل کے دربار میں اسلامی سفیر گیا تو ہرقل نے حضورؐ کے بارے میں کہا "مجھے معلوم تھا کہ آپؐ تشریف لانے والے ہیں "

Marfat.com

۶۔ سرورِ کونینؐ حضورؐ دونوں جہاں کے سردار ہیں آپؐ پوری اولادِ آدمؑ جن میں انبیاء اور رسل بھی شامل ہیں۔ افضل ہیں حضرت موسےٰ علیہ السلام جیسے نبی کو آپؐ کا اُمتی ہونے کی حسرت تھی۔ قرآنِ حکیم میں آپؐ کی امت کو خیرالامم کہا گیا ہے۔ آپؐ افضل الانبیاء اور قائد المرسلین ہیں۔ معراج شریف کی شب آپؐ نے سب انبیاء کی امامت کی۔

۷۔ جنّت میں اعلےٰ مقام جنت میں چونکہ نیکیوں کے مدارج کے اعتبار سے مختلف مقامات دیئے جائیں گے جس کی نیکیاں سب سے زیادہ وزنی اور مؤثر ہوں گی اسے مقابلتاً اونچا اور اعلےٰ مقام دیا جائے گا۔ حضورؐ چونکہ نیکیوں کے اعتبار سے سب سے آگے ہیں۔ اس لیے جنت میں بھی آپؐ کا مقام سب سے اعلےٰ اور ارفع ہوگا۔

۸۔ معراج نبویؐ حضورؐ نے فرش زمین سے عرش تک بیداری میں جسمانی معراج کا سفر کیا اور اللہ تعالےٰ سے ہم کلام ہوئے۔ معراج حضورؐ کا خاص امتیاز ہے۔ یہ معراج اچانک حاصل ہوئی۔ کسی طلب یا کوشش کا نتیجہ نہ تھی۔ یہ انعام آپؐ پر ختم ہے۔

۹۔ رحمت للّعالمینؐ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دونوں جہان کے لیے ایک رحمت ہیں۔ ان کی یہ رحمت ذاتی اور نبوی دونوں اعتبار سے ہے اور آپؐ کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ انسان، حیوان، چرند پرند، مسلمان اور غیر مسلم سب اس سے مستفید ہوئے۔
ارشادِ ربانی ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

" ہم نے آپؐ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ "

۱۰۔ فصاحت و بلاغت حضورؐ کے کلام میں جو فصاحت، شیرینی، حیاداری اور پاسِ اخلاق ہے۔ اس کی مثال انسانوں میں ناپید ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے

" میںؐ تم میں فصیح ترین ہوں "

۱۱۔ شریعتِ بیضا حضورؐ نے اپنی شریعت کو شریعت بیضا کہا ہے یہ سپیدہ سحر کی مانند ہے جس سے ظلمتیں چھٹ جاتی ہیں۔ اس شریعت

Marfat.com

کے احکام سورج کی شعاعوں کی طرح صاف اور روشن ہیں۔

۱۲۔ محفوظ سنت اللہ تبارک و تعالیٰ نے چونکہ یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بھیجا جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نازل ہونے والی الہامی کتاب کی حفاظت کے ساتھ ساتھ سنتِ نبویؐ کی حفاظت کا انتظام کر دیا۔ سنتِ نبویؐ کا سب سے محفوظ حصہ وہ ہے جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر زمانے میں کافی تعداد میں محدثین موجود رہے۔ جنہوں نے حفاظتِ حدیث کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ سنتِ نبویؐ کی حفاظت کے سلسلہ میں باقاعدہ ایک فن ایجاد کیا گیا جسے اسماء الرجال کہتے ہیں یعنی جن لوگوں کے ذریعے سیرتِ نبوی کے بارے میں تفصیلات لوگوں تک پہنچیں ان کی زندگی کے حالات، واقعات کو بھی پوری طرح محفوظ کر لیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ تقویٰ اور صداقت کے معیار سے یہ لوگ کس مرتبے اور مقام کے حامل تھے۔

۱۳۔ مالک حوضِ کوثر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حوضِ کوثر کا مالک بنایا جائے گا اور جو لوگ آبِ حوضِ کوثر سے مستفید ہونا چاہیں گے۔ انہیں آپؐ سے اذن حاصل کرنا ہو گا۔

۱۴۔ بدن کی طہارت اور نظافت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ مبارک کی صفائی معجزہ تھی مکھی تک قریب نہ پھٹکتی تھی اور نہ ہی جوؤں کا نشان تھا۔ بدن مبارک سے ایک مہک اٹھتی رہتی تھی۔

۱۵۔ سابقہ شریعتوں کا نسخ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت نے آپؐ سے پہلے آنے والی شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اب صرف شریعت محمدیؐ پر عمل کیا جائے گا۔

ارشادِ ربانی ہے

"اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا۔ سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا"

Marfat.com

انبیاء کرام کی خصوصیات

۱۔ بشریت اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری اور راہنمائی کے لیے ہمیشہ کسی انسان ہی کو نبی یا رسول بنا کر بھیجا کسی جن یا فرشتے کو نہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

" اور ہم نے تجھ سے پہلے جتنے نبی یا رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے "

انبیائے کرام اگرچہ انسان ہوتے ہیں مگر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ایسے اوصاف سے نوازتا ہے جو دوسرے انسانوں میں نہیں ہوتے۔ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ انسان پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر تو کوئی فرشتہ ہونا چاہیئے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

" کہ اگر زمین میں فرشتے بستے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام دے کر بھیجتے "

۲۔ عطیہ الٰہی نبوت کوئی اکتسابی چیز نہیں کہ جسے عزم، محنت، مشقت یا عبادت و ریاضت کے ذریعے حاصل کیا جا سکے۔ بلکہ یہ ایک عطیہ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے نواز دے۔

ارشادِ ربانی ہے۔

" اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کسے دے "

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذات میں اس کے مذہب کے لیے ساری صلاحیتیں جمع کر دیں کوئی ولی چاہے ولایت کی کتنی ہی بلند سطح پر ہو وہ نبوت کی کیفیت کا ہلکا سا تجربہ بھی نہیں کر سکتا چاہے یہ سوئی کی نوک کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ وحی و الہام اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں تک مختلف صورتوں اور طریقوں سے پیغام بھیجے۔ کسی کے پاس کتاب یا صحیفے بھیجے کسی سے خود کلام کیا۔ اس کے دل میں مفہوم ڈال دیا۔ اس آخری قسم کو الہام کہتے ہیں۔ نبی کا الہام قطعی واقع اور غیر مبہم ہوتا ہے۔ یہ دین میں حجت ہوتا ہے جہاں تک وحی کا تعلق ہے۔ یہ فریضہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سرانجام دیتے رہے

۴۔ عصمت نبی گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ نفس پرستی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ بڑی سے بڑی نفسانی خواہش بھی اسے اپنے مقام سے نہیں ہٹا سکتی نبی جو تعلیمات پیش کرتا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں ان میں اس کی

Marfat.com

اپنی نفسانی خواہشات کو دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس لیے گناہوں سے پاک رکھا کہ انہیں لوگوں کے لیے ایک عملی نمونہ بننا تھا اور اگر وہی گناہ کرنے لگتے تو لوگ کس کی تقلید کرتے اور کس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے۔ انبیاء کے اقوال اور اعمال شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ان کا کردار بے عیب اور بے داغ ہوتا ہے۔

۵۔ واجب اطاعت انبیاء کی اطاعت و پیروی ضروری ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے

" اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اس غرض سے کہ اس کی اطاعت اللہ کے حکم سے کی جائے "

نبی، اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھلاتا ہے۔ اس لیے اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس طرح وہ کتاب اللہ کا شارح ہوتا ہے۔ امت کا معلّم اور مربّی ہوتا ہے۔ امت کے لیے نمونۂ تقلید ہوتا ہے۔

۶۔ نبی "تلمیذ الرحمٰن" ہوتا ہے نبی کو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست علم حاصل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ انہوں نے کسی انسان سے نہ پڑھا اور نہ سیکھا لیکن اپنی اولاد کے سامنے دین و شریعت کی روشنی پھیلا گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق اور ایک ایک حرف ہمارے سامنے ہے۔ کسی انسان کی شاگردی کا نشان تک نہیں۔

۷۔ نبی کے بدن میں کوئی عیب نہیں ہوتا بدن کا مستقل عیب انسان کی شخصیت کے لیے ایک منفی خصوصیت بن جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو صحیح بدن اور خوب صورت چہرہ عطا کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے قبل ان کی زبان میں لکنت تھی آپ نبوت پر سرفراز ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا قبول کی اور زبان کی گرہ جاتی رہی۔

۸۔ معجزات یہ معجزہ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں عاجز کر دینے والی چیز نبی کے معجزہ کے سامنے ساری مخلوق عاجز رہ جاتی ہے۔ اصطلاح میں معجزہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا وہ غیر معمولی کرشمہ ہے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ گلزار بن گئی۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات کا تو شمار ہی نہیں مثلاً آپ کا شق القمر والا معجزہ وغیرہ

۹۔ قول وفعل میں مطابقت نبی کے قول و فعل میں مکمل مطابقت پائی جاتی ہے۔ وہ جو بات کہتا ہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہے۔ یہ خصوصیت اسے دیگر مفکرین اور فلاسفہ سے ممتاز کرتی ہے۔ کیونکہ وہ صرف نظریات پیش کرتے ہیں۔ خود ان پر عمل کر کے نہیں دکھاتے۔ جب کہ نبی اپنی تعلیمات پر سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر خود عمل کرتا ہے۔

۱۰۔ واجبیّتِ ایمان نبی جس امت میں مبعوث ہوتا ہے اس امت کے ہر فرد پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے ورنہ وہ کافر ہو کر عذابِ الٰہی کا مستحق ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کی صداقت و حقانیت لوگوں پر روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے ان کے پاس ان کو جھٹلانے کے لیے کوئی وجہ یا دلیل نہیں ہوتی محض اپنے دنیوی مفاد یا ہٹ دھرمی کی بنا پر ایمان نہ لانا فی الواقع قابلِ مذمت ہے

رسالتِ محمدی کے تقاضے

۱۔ ایمان :۔ رسالتِ محمدی کا پہلا اور بنیادی تقاضا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خدا کا آخری نبی اور رسول تسلیم کیا جائے آپؐ نے جو شریعت دی ہے اس پر حتی الوسع عمل کیا جائے اور زندگی کے ہر معاملے میں آپؐ کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

۲۔ اطاعت :۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس اعتبار سے لازم ہے کہ آپؐ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ مَنْ یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ یہ اطاعت صرف زبان کی حد تک محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ ہر فعل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لازم آتی ہے جو آپؐ بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے چھوڑ گئے۔ خود آپؐ نے اس سلسلے میں فرمایا :۔

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں پر مضبوطی سے قائم رہو گے گمراہ نہ ہو گے، ایک کتاب اللہ اور دوسری سُنّتِ رسولؐ۔"

Marfat.com

۳۔ اتباع :۔ اتباع دراصل اطاعت سے بھی آگے کا درجہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنی زندگی کو ہر حد تک حضورؐ کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرے۔ یہ اتباع کسی چیز، دباؤ یا لالچ کے پیشِ نظر نہیں ہونا چاہیے بلکہ محبتِ رسولؐ، احترام اور عقیدت کے جذبہ کے تحت ہو ارشادِ ربانی ہے۔

"اے نبی کہہ دو اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔"

۴۔ محبت :۔ رسول اکرمؐ کی محبت عام اور ظاہری محبت نہیں ہونی چاہیے بلکہ حضورؐ سے ایسی محبت ہو جو تمام دوسری محبتوں پر غالب آجائے۔ آپؐ کی محبت کے مقابلے میں آنے والی ہر چیز کو ٹھکرا دیا جائے۔ اس سلسلے میں حضورؐ کا ارشاد ہے:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

"تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ میں اُس کو اس کے والدین اُس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔"

۵۔ ادب واحترام :۔ رسول اکرمؐ کا ادب اور احترام اس اعتبار سے سب سے زیادہ لازم ہے کہ آپ انسانیت کی معراج ہیں آپ کی شان میں ذرا سی گستاخی سابقہ نیکیوں کو لے ڈوبتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:۔ "تم اپنی آوازیں حضورؐ کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور اُن سے اس طرح اونچی آواز میں بات نہ کیا کرو جس طرح تم آپس میں اونچی آواز میں بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔"

۶۔ درود وسلام :۔ رسالت محمدی کا یہ بھی تقاضا ہے کہ مسلمان حضورؐ پر درود وسلام بھیجیں۔ سورۃ الاحزاب میں ارشادِ ربانی ہے:۔

"بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبیؐ پر درود وسلام بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو۔"

انسانی زندگی پر عقیدۂ رسالت کے اثرات

۱۔ اعتقاد کی مضبوطی :۔ انسانی زندگی پر عقیدہ رسالت کا ایک اثر یہ بھی پڑتا ہے کہ انسان کے اعتقاد میں مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے انبیاء اوامر و نواہی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں تاکہ انسان کا عقیدہ اور اس کے افکار و نظریات انتشار سے محفوظ رہیں۔

۲۔ راہِ حق پر چلنے کی توفیق :۔ نبی اور رسول چونکہ پیغامِ حق بندوں تک پہنچاتے اور ان کی راہنمائی کرتے رہتے ہیں اس لئے ان کی مدد سے بندوں کو راہِ حق پر چلنے اور احکامِ الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ہمت اور توفیق ملتی ہے۔

Marfat.com

۳۔ **اطاعتِ خداوندی:۔** عقیدہ رسالت کو اپنا لینے سے اطاعتِ خداوندی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ انبیاء اور رسولوں کا بنیادی مقصد بھی در اصل بندگانِ خدا کو احکام الٰہی کے مطابق چلانا اور اطاعت خداوندی کا پابند بنانا ہے۔

۴۔ **اُخروی نجات کا باعث:۔** عقیدہ رسالت چونکہ بنیادی طور پر اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول پر آمادہ کرتا ہے اس لئے اس عقیدے کی روشنی میں انسان جو لائحہ عمل متعین کرتا ہے یقیناً وہ فلاح اور اُخروی نجات کا باعث بنتا ہے۔

عقیدۂ رسالت کو نہ ماننے کے اثرات

۱۔ عقیدہ رسالت کا منکر خواہشات نفسانی کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے اس کی زندگی مادی مفاد میں اُلجھ کر رہ جاتی ہے اور وہ روحانی کیف و سرور سے محروم رہتا ہے۔

۲۔ عقیدہ رسالت کا منکر صحیح رہنمائی نہ ملنے کے باعث پٹڑی سے اُتر جاتا ہے اور اچھے اور بُرے کی تمیز نہیں رہتی اور اس کی بے عملی عذاب جہنم کا مستحق بنا دیتی ہے۔

۳۔ عقیدہ رسالت کا منکر اپنی تمام تر اچھائیوں کے باوجود مسلمان نہیں کہلا سکتا کیونکہ عقائد اسلام ایمان کا ایک لازمی اور بنیادی حصہ ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی انسان کو اسلام اور ایمان کی دولت سے محروم کر دیتا ہے۔

۴۔ عقیدۂ رسالت کا منکر جنّت کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے وہ اس طرح کہ صحیح طور پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص جنّت کا دعویدار نہیں ہو سکتا ایسے لوگوں کو ان کے اچھے کاموں کی جزا اسی دُنیا میں مل جاتی ہے آخرت میں وہ کسی نعمت کے حقدار نہ ہوں گے۔

۵۔ عقیدہ رسالت کا انکار کر دینے سے انسان غیر ذمہ دار، غیر محتاط اور لاابالی بن کر رہ جاتا ہے اس کے اندر وہ استقامت پیدا نہیں ہوتی جو ایک کامیاب اور مربوط زندگی گذارنے کے لئے ضروری ہے۔

۶۔ عقیدہ آخرت کا انکار کرنے والا اپنے خود ساختہ اصول و ضوابط کا سہارا لے کر منزل کی جانب روانہ ہوتا ہے مگر انجام کار اُسے ناکامی بے بسی اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس کے خود وضع کردہ اصول و ضوابط اسے منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا سکتے۔

الہامی کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنے رسولوں پر الہامی کتابیں نازل کرتا رہا ہے ان

Marfat.com

بوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام الہامی بیں برحق ہیں اور ان سب کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کی رہنمائی کرنا تھا لیکن قرآن حکیم کے بطور ری آسمانی کتاب نازل ہونے کے بعد اب عمل صرف قرآنی تعلیمات کے مطابق کرنا ہوگا۔

قرآن حکیم میں مندرجہ ذیل چار الہامی کتابوں کا ذکر آیا ہے :-

- **توراۃ** :- یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔
- **انجیل** :- یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
- **زبور** :- یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی۔
- **قرآن حکیم** :- یہ آخری الہامی کتاب آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی۔

ان کے علاوہ صحفِ آدمؑ، صحفِ ابراہیمؑ اور صحفِ موسیٰؑ کا ذکر بھی قرآن حکیم میں آیا ہے۔

قرآنِ حکیم کے سوا باقی الہامی کتابوں میں لوگ اپنی مرضی سے تبدیلیاں کر لیتے تھے لہذا بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے یہ جاننا مشکل ہو گیا کہ ان الہامی کتابوں کا کونسا حصہ الہامی تعلیمات پر مشتمل ہے اور کونسا حصہ لوگوں نے اپنی طرف سے شامل کر لیا ہے۔ قرآن حکیم چونکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے اس لئے اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور تحریف کا کوئی امکان نہیں حتیٰ کہ زیر زبر کی تبدیلی بھی نہیں ہو سکتی۔

آخری الہامی کتاب یعنی قرآن پاک کی اہم خصوصیات

قرآنِ حکیم آخری الہامی کتاب ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے یہ سرچشمہ ہدایت ہے۔ قرآنِ حکیم کی اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **محفوظ ہونا** قرآن مجید چونکہ قیامت تک کے ہر دور اور ہر قوم کے انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خاص وعدہ فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

ترجمہ "یہ نصیحت یعنی قرآن پاک، ہم نے خود اتاری ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں"

یہی وجہ ہے چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود قرآن مجید کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ

Marfat.com

ہمیشہ کے لیے رد و بدل سے محفوظ ہو گیا ہے۔ جب کہ دوسری آسمانی کتابوں میں بڑا رد و بدل ہو چکا ہے اور جو باقی بچا اس میں بھی لوگوں نے اپنی طرف سے کئی باتیں شامل کر دیں۔ اب یہ کتابیں کہیں بھی اپنی اصلی حالت میں دستیاب نہیں جب کہ قرآن اپنی خالص شکل میں اب تک موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔

۲۔ قرآن کی زندہ زبان قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا وہ ایک زندہ زبان ہے۔ آج بھی دنیا کے بیس سے زیادہ ممالک کی قومی زبان عربی ہے اور یہ زبان دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے جب کہ پہلی آسمانی کتابیں جن زبانوں میں نازل ہوئیں۔ وہ مردہ ہو چکی ہیں جن کو سمجھنے والے بہت ہی کم لوگ ہیں۔

۳۔ عالمگیر کتاب باقی آسمانی کتابیں کسی ایک خاص ملک یا خاص قوم کے لوگوں کے لیے تھیں مگر قرآن مجید تمام بنی نوع انسان کے لیے پیغامِ ہدایت ہے یہ کلام پاک یَآ اَیُّھَا النَّاسُ (اے لوگو) کا خطاب کر کے تمام انسانوں کو ہدایت کا پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر کتاب ہے جس کی تعلیمات ہر قوم اور ہر ملک میں قابلِ عمل ہیں۔ اس کتاب کی تعلیمات فطری ہیں اور ہر دور کا انسان یوں محسوس کرتا ہے کہ یہ کتاب اسی دور کے لیے نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کی تعلیمات ہر قوم و ملک اور ہر طرح کے ماحول میں بسنے والے افراد کے لیے یکساں طور پر نفع بخش اور عقل کے عین مطابق ہیں

۴۔ جامع کتاب پہلی الہامی کتابیں بھی اگرچہ انسانی رشد و ہدایت کے لیے بھیجی گئیں۔ لیکن وقتی حالات اور تقاضا کے پیشِ نظر ان کی تعلیمات محدود تھیں۔ بعض صرف مناجات اور دعاؤں کا مجموعہ تھیں۔ کچھ صرف فقہی مسائل کا مجموعہ تھیں۔ بعض میں صرف عقائد کا بیان تھا۔ بعض صرف تاریخی واقعات کا مجموعہ تھیں۔ کچھ صرف اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھیں مگر قرآن مجید ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے اس میں عقائد و اعمال کا بیان بھی ہے۔ اخلاق و روحانیت کا درس بھی ہے تاریخی واقعات بھی ہیں اور مناجات بھی۔ غرض کہ یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں راہنمائی کرتی ہے۔

Marfat.com

۵۔ **عقل و تہذیب کی تائید کرنے والی کتاب** پہلی آسمانی کتابوں میں سے بعض کتابیں ایسی بھی ہیں

جن میں لوگوں نے اپنی طرف ناشائستہ اور غیر اخلاقی باتیں داخل کر دی ہیں۔ لیکن قرآن حکیم ایک ایسی کتاب ہے جو ہر قسم کی ناشائستہ اور غیر مہذب باتوں سے پاک ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو خلافِ عقل ہو اور جسے تجربہ اور دلیل سے غلط ثابت کیا جا سکے۔ اس میں کوئی غیر اخلاقی بات نہیں۔ اس لیے تمام انبیائے کرام کا ادب و احترام سکھایا اور سب کے بارے میں بتایا ہے کہ نیک و کار اور پرہیزگار لوگ تھے۔ ان کی شان کے خلاف جتنی باتیں بھی کہی گئی ہیں سب جھوٹی اور خلاف واقع ہیں۔

۶۔ **قرآن مجید کا اعجاز** قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا وہ شاہکار ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عرب و عجم کے تمام فصیح و بلیغ لوگ عاجز رہے

قرآن مجید میں سب مخالفوں کو دعوت دی گئی ہے کہ ایک چھوٹی سی قرآنی سورت کے مقابلے میں کوئی سورت بنا لاؤ مگر کوئی بھی اس کی مثال پیش نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ تو خدا کا کلام ہے۔ کسی بندے کا بنایا ہوا کلام نہیں۔ پھر کوئی بشر اس کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے۔

۷۔ **کتاب مہیمن** قرآن مجید سابقہ کتب آسمانی کا مہیمن یعنی نگہبان کتاب ہے اور تمام کی تصدیق کرتی ہے:

ارشادِ ربانی ہے

"اپنے سے پہلے کی تمام کتب کی تصدیق کرتی ہے"

وہ تمام اگلی کتابوں کی صداقتوں اور تعلیموں پر مشتمل ہے۔ اس لیے جو کوئی اس کو قبول کرتا ہے وہ پہلی الہامی صداقتوں اور آسمانی تعلیمات کو قبول کرتا ہے۔ یہ حیثیت قرآن مجید کے سوا کسی دوسرے صحیفے کو حاصل نہیں اپنے متعلق قرآن نے "مھیمن" کا لفظ اختیار کیا ہے جس کا لغوی مفہوم گواہ اور امین ہے۔ یعنی قرآن پاک تمام سچی تعلیمات کی امانت اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

۸۔ **سندِ متواتر** قرآن حکیم کی سند مسلسل اور متواتر ہے یعنی ہر زمانے کے لاکھوں انسانوں نے اگلی نسل کے کروڑوں انسانوں کو یہ قرآن پہنچایا اور

یہ سلسلہ چودہ سو سال سے چل رہا ہے۔ ہر زمانے میں ہزاروں حفاظ قرآن رہے ہیں آج بھی ہر شہر اور بستی میں پائے جاتے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک رہیں گے۔ پس یہ یقینی امر ہے کہ ہمارے پاس وہی قرآن ہے جو اللہ تعالےٰ نے جبرائیل امین کے ذریعے ختم الرسل

Marfat.com

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا تھا۔

۹۔ قابلِ حفظ سابقہ الہامی کتابوں میں سے کسی ایک کا بھی حافظ اس دنیا میں موجود نہیں۔ اب تک کسی عیسائی یا یہودی نے اس کے حفظ کرنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ جو کتاب ہر آن بدلتی رہے اس کا حافظ کون ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن پاک کے حافظ ہر دور میں موجود رہے۔ خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں سینکڑوں صحابہ قرآن پاک کے حافظ تھے۔ جنگ یمامہ میں سات سو حفاظ کی شہادت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابتدائے اسلام ہی سے مسلمانوں کو قرآن کے حفظ کا شغف کتنا زیادہ تھا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کا حفظ کرنا آسان ہے۔

ارشادِ ربانی ہے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ

" اور بے شک ہم نے قرآن پاک کو آسان بنا دیا ہے "

۱۰۔ سہل ممتنع قرآن پاک تلاوت کرتے وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ بہت آسان ہے اور اسے ہر کوئی لکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی لکھنے بیٹھے تو اس کی نقل نہیں کر سکتا۔ ایسی چیز کو سہل ممتنع کہتے ہیں۔ دنیا میں بے شمار لوگوں نے اس کی نقل کرنے کی کوشش کی لیکن سب ناکام رہے اور کوئی بھی اس آسان دکھائی دینے والی عبارت کی نقل نہ کر سکا۔

۱۱۔ دلپذیر اسلوبِ بیان قرآنِ حکیم کا اسلوب سب کتابوں سے منفرد اور ممتاز ہے اسے پڑھنے اور سننے والا اس کے معانی اور مطالب نہ بھی سمجھتا ہو تو بھی اس کی صوت و آہنگ کے اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور معانی سمجھتا ہو تو اس کے الفاظ اس کے دل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔

۱۲۔ اعتدال پر مبنی تعلیمات قرآنِ حکیم کی تعلیمات افراط و تفریط سے پاک ہیں بر تعلیمات اعتدال پر مبنی ہیں۔ یہ انسانی فطرت سے مطابقت رکھتی ہیں مثلاً اسے نہ تو دنیا کو فراموش کر دینے کی تعلیم دی گئی ہے اور نہ ہی اس کا ہو کر رہ جائے گی۔ نہ صرف جسم کی ضروریات سے روشناس کرایا گیا ہے بلکہ روحانی پاکیزگی کے تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ نہ بخیلی اور نہ

Marfat.com

کنجوسی کو سراہا گیا ہے اور نہ ہی اسراف اور فضول خرچی کی ترغیب دی گئی ہے
الغرض ہر معاملے میں اعتدال، میانہ روی پر مبنی تعلیمات دی گئی ہیں۔

۱۳۔ انسانی مساوات قرآن حکیم رنگ و نسل، زبان، جغرافیائی، حدود تعلیم اور دولت وغیرہ سب امتیازات کو مٹا کر
تمام بنی نوع انسان کو مساوات کا پیغام دیتا ہے اس کا اعلان ہے کہ کوئی قوم اللہ
تعالےٰ کی لاڈلی اور چہیتی نہیں۔ کسی انسان کو دوسرے انسان پر برتری حاصل
نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک برتری صرف اس کو حاصل ہے جو سب سے زیادہ
متقی ہے۔

۱۴۔ سب سے زیادہ چھپنے والی اور پڑھی جانے والی کتاب دنیا کی تمام کتابوں سے چھپنے والی اور
پڑھی جانے والی کتاب صرف اور صرف قرآن مجید ہے دن کے ۲۴ گھنٹوں میں کوئی
لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی مقام پر قرآن مجید کی تلاوت کسی نہ
کسی صورت میں نہ رہی ہو۔

۱۵۔ عام فہم اور قابل عمل قرآن مجید ایک عام فہم اور قابل عمل ایک ایک آسمانی کتاب ہے اس کی تعلیمات
عقلِ سلیم کے عین مطابق ہیں۔ جن پر عمل کرنا ساری دنیا کے انسانوں کے لیے
آسان اور ممکن ہے۔

۱۶۔ نجات کی ضامن قرآن مجید واحد ایسی الہامی کتاب ہے جو دربارِ الٰہی میں اپنے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے
سفارش کرے گی اور اس کی سفارش قبول ہو کر نجات مل جائے گی۔

۱۷۔ باعث عروج و زوال قرآن مجید پر عمل کرنے والی قومیں بامِ عروج تک پہنچتی ہیں جب کہ اس کی تعلیمات سے روگردانی
کرنے والی قومیں زوال پذیر ہوتی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے

" بے شک اللہ تعالےٰ قوموں کو اس کتاب کی بدولت عروج عطا فرماتا
ہے اور دوسروں کو زوال پذیر کرتا ہے "

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

Marfat.com

تمام الہامی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے

سورۃ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے :۔

"اے مسلمانو! تم کہو کہ ہم خدا پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا اس پر اور جو کچھ ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور خاندان یعقوبؑ کی طرف اتارا گیا اس پر اور جو کچھ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا اس پر اور جو کچھ اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا ہم ان سب پر ایمان لائے ۔"

اقوام عالم کی چہارگانہ تقسیم اور اُن کے حقوق

۱۔ مسلمان :۔ جو قرآن اور دوسری آسمانی کتابوں کے کتب الٰہی ہونے پر یقین رکھتے ہیں ان میں سے ہر ایک بھائی دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہے آپس میں شادی بیاہ کر سکتے ہیں ایک دوسرے کے ہاتھ کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں ان کے حقوق یکساں ہیں ۔

۲۔ اہلِ کتاب :۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کے علاوہ ان آسمانی کتابوں میں سے کسی کو ماننے ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے ۔ یہ لوگ جزیہ ادا کر کے اسلام میں حقوق و مراعات اور تحفظ حاصل کر سکتے ہیں ان کی عورتوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور بھی مسلمان کھا سکتے ہیں ۔

۳۔ شبہ اہلِ الکتاب :۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن، زبور، تورات اور انجیل کو تو نہیں مانتے مگر ان کے علاوہ کسی اور آسمانی کتاب پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں مثلاً صابئی جو ایک آسمانی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود ستاروں کو پوجتے ہیں ۔

اسی طرح مجوس جو ایک آسمانی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود سورج، آگ اور دیگر مظاہرِ فطرت کی پوجا کرتے ہیں۔ مسلمان ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے ان کا ذبیحہ نہیں کھا سکتے ان دو چیزوں کے علاوہ اہل کتاب کے دیگر حقوق ان کو حاصل ہیں ۔

۴۔ کفار و مشرکین :۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ ہی آسمانی دین سے نسبت رکھتے ہیں انہیں اسی صورت میں حقوق مل سکتے ہیں کہ وہ کسی آسمانی دین کے اندر داخل ہو جائیں ۔

خلاصہ :۔ الہامی کتابوں پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو رشد و ہدایت کے لئے جو بھی آسمانی کتابیں نازل فرمائی وہ برحق الہامی کتابیں تھیں اپنے زمانہ

Marfat.com

ہیں قابلِ عمل تھیں البتہ قرآن کے سوا باقی الہامی کتابوں میں لوگوں نے تبدیلیاں کر لیں اور اس طرح ان کا الہامی وجود مسخ ہو کر رہ گیا۔ قرآن حکیم ایک محفوظ الہامی کتاب ہے جس میں رد و بدل یا تحریف کا کوئی امکان نہیں۔ قرآن حکیم ایک محفوظ جامع اور آفاقی الہامی کتاب ہے جس میں زندگی کے ہر طرح کے مسائل کے بارے میں اصول ہدایات جمع کر دی گئیں ہیں اور یہ الہامی کتاب تا قیامت بنی نوع انسان کو رہنمائی کا کام دیتی رہے گی۔ الہامی کتب کے اعتبار سے اقوام عالم کو مسلمان، اہلِ کتاب، شبہ اہلِ کتاب اور کفار و مشرکین چاروں حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

آخرت پر ایمان

مفہوم:۔ آخرت کا لفظ دنیا کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے اور اس کا مطلب ہے بعد میں ہونے والی چیز یا پچھلی زندگی۔ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے دوسری زندگی جو انسان کو قیامت کے بعد ~~ادسے~~ ملے گی۔

آخرت کا صحیح عقیدہ:۔ اسلامی نقطہ نظر سے آخرت کا صحیح عقیدہ یہ ہے کہ انسانی زندگی دنیوی موت کے ساتھ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو جاتی بلکہ قیامت کے بعد انسانوں کو از سرِ نو زندہ کیا جائے گا اور یہ ان کی دائمی زندگی ہو گی۔

زندہ ہونے کے بعد سب کچھ میدان محشر میں اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہوں گے جہاں اُن کے دنیوی اعمال کا محاسبہ ہو گا اور جس کی نیکیاں زیادہ وزنی ہوں گی اسے جنت کا حقدار قرار دیا جائے گا اور جس کی برائیاں زیادہ وزنی ہوں گی اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس اُخروی زندگی میں کامیابی اور ناکامی کا اصل معیار انسان کے اچھے اور بُرے اعمال ہوں گے۔ کوئی اور چیز انسان کے کام نہ آ سکے گی۔

آخرت کے حق میں دلائل:۔ ۱۔ عقل و شعور کا تقاضا:۔ انسانی عقل و شعور کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں جو مقصدِ حیات دے کر بھیجا ہے اس کے بارے میں یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ ہم یہ مقصد حاصل کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں۔ اس چیز کو جانچنے کے لئے آخرت کا دن مقرر کیا گیا ہے۔

۲۔ انصاف کا تقاضا:۔ انصاف کا یہ تقاضا کہ انسان جو بھی اچھے اور بُرے اعمال کرے اُن کی اسے مناسب جزا و سزا ملنی چاہیئے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں انصاف کے تمام تقاضے پورے نہیں ہوتے کیونکہ بعض لوگ گناہ اور زیادتیاں کرنے کے باوجود اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے یا حقائق کو مسخ کر کے سزا سے بچ جاتے ہیں اور اسی طرح بعض لوگ مسلسل نیکی کی زندگی گزارنے کے باوجود لوگوں

Marfat.com

کے ظلم و زیادتی کا شکار رہتے ہیں لہٰذا انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک دن ایسا ضرور ہے جب گنہگار لوگوں کو ان کے گناہوں کی قرار واقعی سزا ملے اور نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کی صحیح جزا ملے ۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کا دن اسی مقصد کے لئے متعین کر رکھا ہے ۔

عقیدہ آخرت کے تقاضے :- ۱۔ عقیدہ آخرت کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ انسان محسوس کرے کہ وہ اپنے دنیوی اعمال کا خود ذمہ دار ہے ۔ اس کا حسب نسب اسے غلط کاموں کی سزا سے نہیں بچا سکتا لہٰذا اسے اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کی فکر ہونی چاہیے ۔

۲۔ انسان کی حقیقی اور دائمی زندگی اُخروی زندگی ہے اس لئے صرف دنیوی زندگی پر ریجھ کر اسی کے مفادات کے پیچھے نہیں پڑا رہنا چاہیئے بلکہ دنیوی زندگی اس طور بسر کرنی چاہیئے کہ اس کے خوشگوار نتائج ہم نے اُخروی زندگی ہی حاصل کرنا ہیں ۔ یہ دُنیا تو آخرت کی کھیتی ہے یہاں جو نیکی اور بدی کا جو بیج بوئیں گے آخرت میں اسی کا پھل ملے گا لہٰذا دُنیا میں رہتے ہوئے ہمیں اپنی آخرت کی فکر ہونی چاہیئے اور اس حیاتِ جاوداں کے لئے ہمیں سامان اکٹھے کرتے رہنا چاہیئے ۔

۳۔ آخرت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم اس حقیقت کو تسلیم کرلیں کہ ہماری اخروی نجات کا اصل ذریعہ ہمارے نیک اعمال ہیں اس سلسلے میں یہ جو غیر اسلامی تصورِ شفاعت پایا جاتا ہے کہ کسی خاص حسب نسب میں پیدا ہوجانے سے یا کسی بزرگ ہستی سے تعلق ہونے کی بنا پر ہم گناہوں کے باوجود نجات حاصل کرلیں گے ۔ اسلام میں اس طرح کی شفاعت کی کوئی گنجائش نہیں البتہ شفاعت کا یہ اسلامی تصور ضرور موجود ہے کہ جن مخلص مومنوں کے اعمال محاسبے کے وقت اتنے کم وزنی ہوں گے کہ وہ محض ان کے سہارے مغفرت کے حقدار نہ بن سکیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے خلوص کو دیکھتے ہوئے ان کی مغفرت چاہے تو اس اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار سے بعض بزرگ ہستیاں ان کی شفاعت کریں گی اور شفاعت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی اس کی مرضی کے بغیر شفاعت نہ کرسکے گا

احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حقدار وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے خلوصِ دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا اور جو اس حال میں مریں گے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں ۔

آخرت کے فوائد اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات

عقیدہ آخرت پر ایمان لانے سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں اسی طرح اسے ماننے یا نہ ماننے سے انسانی زندگی پر بڑے گہرے اور دُور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں ۔ ذیل میں ہم ان کا جائزہ پیش کرتے ہیں ۔

Marfat.com

۱۔ خوفِ خدا :۔ آخرت کا عقیدہ یہ یاد دلاتا رہتا ہے کہ دنیا میں ہمارا ٹھکانا عارضی ہے آخر ہماری موت واقع ہوتی ہے اور ہمیں خدا کے حضور دنیوی اعمال کا حساب دینا ہے لہذا عقیدہ آخرت ہمیں بے لگام نہیں ہونے دیتا۔

۲۔ دُنیا پر آخرت کو ترجیح :۔ عقیدہ آخرت پر ایمان لے آنے سے انسان یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کی حقیقی زندگی اُخروی زندگی ہے جو ایک پائیدار اور دائمی زندگی ہے لہذا وہ دُنیا کی عارضی زندگی پر آخرت کی دائمی زندگی کو ترجیح دیتا ہے اور کوئی کام کرتے وقت دنیوی مفادات کے مقابلے میں اُخروی مفادات کا زیادہ خیال رکھتا ہے۔

۳۔ دُنیا سے بے رغبتی :۔ آخرت پر یقین رکھنے والا دنیا پر اس قدر فریفتہ نہیں ہوتا کہ اپنی آخرت کو فراموش کر بیٹھے دنیا سے وہ صرف ایک ضرورت کی حد تک تعلق رکھتا ہے، اور دنیوی عیش و عشرت اور شان و شوکت میں اُلجھ کر آخرت کو نظر انداز نہیں کرتا۔

۴۔ راہِ حق پر ثابت قدمی :۔ عقیدہ آخرت پر ایمان رکھنے والا ہر طرح کے صبر آزما نامساعد اور مشکل حالات میں بھی حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ دنیوی ناکامیاں اسے ایمان کی دولت سے محروم نہیں کر سکتیں اور نہ ہی دنیوی مصائب و آلام اسے راہِ حق سے دُور ہٹا سکتے ہیں اسے یہ یقین ہوتا ہے دنیوی تکالیف اور ناکامیاں عارضی ہیں اور ان مراحل سے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اخروی زندگی میں سرفراز کرے گا۔

۵۔ حقوق کی ادائیگی :۔ آخرت پر یقین رکھنے والے دوسرے کے حقوق غصب کرنے کی کوشش نہیں کرتے انہیں ہر وقت یہ احساس رہتا ہے کہ کسی کا حق مارنے سے خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا اور سزا ملے گی لہذا وہ حقوق کی ادائیگی میں ایک محتاط رویہ اور طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔

۶۔ اجرِ عظیم :۔ جس طرح منکرین آخرت کے لئے عذاب اور سزا ہے اسی طرح آخرت پر یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ خوفِ خدا رکھنے والوں اور آخرت پر یقین رکھنے والوں کو جنت کے باغات میں ٹھہرایا جائے گا جہاں وہ طرح طرح کے انعامات سے بہرہ ور ہوں گے

۷۔ نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت :۔ عقیدہ آخرت پر یقین رکھنے والے نیکی کی جانب مائل رہتے ہیں انہیں یہ احساس رہتا ہے کہ یہ نیکی ہی وہ اصل سرمایہ ہے جو آخرت میں کام آئے گا اور حتی الامکان بدی سے دُور بھاگتے ہیں انہیں یہ خوف دامنگیر رہتا ہے کہ کہیں بدی میں اُلجھ کر وہ اپنے دائمی اُخروی مفادات سے محروم نہ ہو جائیں۔

Marfat.com

۸۔ موت سے بے خوفی :۔ عقیدۂ آخرت پر یقین رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ حقیقی زندگی کا آغاز تو موت کے بعد ہونا ہے اس لئے وہ موت سے ہرگز نہیں ڈرتے۔ موت و حیات سے بے نیاز ہو کر احکامِ خداوندی کی بجاآوری میں لگے رہتے ہیں اور دین کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدانِ جہاد میں کود پڑتے ہیں کیونکہ شہادت انہیں دنیوی زندگی سے زیادہ عزیز ہوتی ہے وہ اس کے فوائد و ثمرات سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔

۹۔ رنگ و نسل کے امتیازات سے بالاتر :۔ آخرت پر یقین رکھنے والے رنگ و نسل کے امتیازات سے بالاتر ہو کر سوچتے ہیں انہیں یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ وقتی امتیازات ہیں ان کی حیثیت ایک پہچان سے زیادہ کچھ اور نہیں کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والا اگر متقی اور پرہیزگار بن جائے تو وہ اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام کا حقدار بن سکتا ہے۔ عقیدہ آخرت ہی یہ احساس دلاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں ہمیں پست نظر آتے ہیں ہو سکتا ہے اللہ کے ہاں وہ کتنے عظیم ہوں لہذا کسی کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔

۱۰۔ نیکی اور بدی کے معیار میں فرق :۔ آخرت پر یقین رکھنے والے نیکی اور بدی کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو نیکی قرار دیا ہے صرف وہی نیک کام ہیں اور جن کو بُرے کام قرار دیا ہے وہ یقیناً بُرے ہیں اس کے برعکس منکرینِ آخرت کا اپنا نقطہ نظر ہوتا ہے انہیں ہر وہ کام نیک لگتا ہے جس میں ان کا دنیوی فائدہ ہو اور ہر وہ کام بُرا لگتا ہے جسے کرنے سے ان کے دنیوی مفادات پر زد پڑتی ہو۔

۱۱۔ ذمہ داری کا احساس :۔ عقیدہ آخرت پر ایمان رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو ذمہ داریاں سونپی ہیں ان کے بارے میں باز پُرس ہوگی اس لئے وہ ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو کر شتر بے مہار بن جانے کی بجائے ان ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہوئے مثبت طرز فکر و عمل اختیار کرتے ہیں۔

۱۲۔ نفس کی اصلاح :۔ آخرت پر یقین رکھنے والے ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح میں لگے رہتے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ نفس کی سرکشی انہیں عذابِ الہٰی سے دوچار کر سکتی ہے لہذا وہ نفس کے ہاتھوں مغلوب ہو کر غلطیاں اور گناہ کرنے کی بجائے ہر وقت اس پر غلبہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔

۱۳۔ بہادری :۔ اگر کسی انسان کو یہ پختہ یقین ہو جائے کہ اس دنیوی زندگی کے خاتمے کے ساتھ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نہیں مٹ جائے گا بلکہ دائمی زندگی اس کے بعد ملے گی تو وہ بہت بہادر بن کر دین کی حفاظت اور سربلندی کے کاموں میں لگا رہے گا۔

Marfat.com

۱۴۔ مال خرچ کرنے کا جذبہ :۔ عقیدہ آخرت پر ایمان لانے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ مال و دولت جو کہ دراصل اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ایک انعام ہے جو ہماری دنیوی موت کیساتھ ہی ختم ہو جائے گا لہذا صرف وہی مال و دولت آخرت میں ہمارے کام آئے گا جسے ہم نے راہ خدا میں اور اپنے بھائی بندوں کی بہبود کے لئے خرچ کیا ہوگا لہذا آخرت پر یقین رکھنے سے مال کو نیک کاموں پر خرچ کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

آخرت قیامت کے بارے میں استعمال ہونیوالی مختلف اصطلاحات

موت :۔ روح جب جسدِ خاکی سے جدا ہوتی ہے تو اُسے موت کا نام دیتے ہیں۔ روح قبض کرنے کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں کی روح حضرت عزرائیل خود قبض کرتے ہیں جبکہ دیگر انسانوں کی روح قبض کرنے کا معاملہ عام فرشتوں کے ذمے ہے۔

برزخ :۔ برزخ کے معنی ہیں درمیان کا پردہ یہ وہ حالت ہے جس میں مردہ یوم البعث تک رہے گا۔

قیامت :۔ ایک دن اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے تمام نظامِ کائنات کو تباہ کر دے گا اسے اصطلاح میں قیامت کہتے ہیں۔ اسرافیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے صُور پھونکیں گے اور ساری کائنات درہم برہم ہو جائے گی۔

نشر :۔ اللہ تعالیٰ اسرافیل کو دوبارہ صور پھونکنے کا حکم دے گا انسانی زندگی کے آغاز سے لے کر تا قیامت مرنے والے لوگ دوبارہ جی اُٹھیں گے۔

حشر :۔ دوبارہ جی اُٹھنے کے بعد سب لوگوں کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔

حساب :۔ اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں سب لوگوں کے نیک اور بد اعمال کا حساب لے گا اور انصاف کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سب لوگوں کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

جزا و سزا :۔ آخرت میں سب لوگوں کو ان کی نیکیوں کی مکمل جزا اور ان کی بُرائیوں کی مکمل سزا ملے گی۔ جن کی نیکیاں مجموعی طور پر زیادہ وزنی ہوں گی وہ جنت کے حقدار ٹھہریں گے اور جن کی برائیاں زیادہ وزنی ہوں گی انہیں عذابِ جہنم سے دوچار ہونا پڑے گا۔

میزان :۔ اعمالِ انسان کے ناپ تول کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو پیمانہ وضع کر رکھا ہے اسے میزان کہتے ہیں۔

نامۂ اعمال :۔ اس دنیا میں انسان سے جو اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نامۂ اعمال تیار کرنے کے لئے فرشتے متعین کر رکھے ہیں۔

Marfat.com

قیامت کی نشانیاں

جب درج ذیل نشانیاں دکھائی دینے لگیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ قیامت بہت قریب ہے ۔

۱۔ امانتوں کو مالِ غنیمت کی طرح حلال سمجھا جائے گا ۔
۲۔ حکومت کے اختیارات نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائیں گے ۔
۳۔ مالِ غنیمت کو ماں کے دودھ کی طرح حلال سمجھا جانے لگے ۔
۴۔ شوہر اپنی بیوی کا اس قدر فرمانبردار بن جائے کہ اس کی ہر جائز و ناجائز بات ماننے لگے ۔
۵۔ زکوٰۃ کو تاوان سمجھ کر ادا کیا جائے ۔
۶۔ بیٹا اپنے والدین کی نافرمانی کرنے لگے ۔
۷۔ کمینے اور ذلیل لوگ قوم کے نمائندے اور قائد بن جائیں ۔
۸۔ مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں ۔
۹۔ شراب نوشی عام ہو جائے ۔
۱۰۔ آدمی کی عزت صرف اس کے ظلم اور شر سے بچنے کے لئے کی جائے ۔
۱۱۔ مرد ریشمی کپڑے پہننے لگیں ۔
۱۲۔ گانے بجانے والی عورتیں پسند کی جانے لگیں
۱۳۔ آلاتِ موسیقی کا بیان عام ہو جائے ۔
۱۴۔ قحط، بیماریاں، سیلاب اور دیگر آفات ارضی و سماوی لگاتار آنے لگیں ۔
۱۵۔ اُمت اپنے اسلاف کو لعن طعن کرنے لگے ۔

وقوعِ قیامت

۱۔ جب امام مہدی کا ظہور ہو گا ۔ آپ سات برس پوری دُنیا پر حکومت کرکے وفات پائیں گے اور حضرت عیسٰی آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے ۔

۲۔ جب فتنۂ دجال درپیش ہو گا ۔ یہ شخص حضرت امام مہدی کے عہد میں ظاہر ہو گا یہودیوں سے ہو گا یہ پہلے نبوت اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا لاعلاج مریضوں کو تندرست کر دے گا جس سے کئی لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے مگر مضبوط ایمان کے لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے ۔ یہ شخص بالآخر حضرت عیسٰیؑ کے ہاتھوں مارا جائے گا ۔

Marfat.com

۳۔ **نزولِ عیسیٰؑ** :۔ جب دجال کا فتنہ پورے زوروں پر ہوگا تو ایک روز نمازِ فجر کے وقت دمشق میں آسمان سے نزول کریں گے۔ عیسیٰؑ کے لشکر اور دجال کے لشکر میں اگلی صبح مقابلہ ہوگا۔ دجال کو شکست ہوگی حضرت عیسیٰ اپنی برچھی سے اسے موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔

۴۔ **یاجوج و ماجوج** :۔ یہ آدم خور اور خون ریز لوگ اچانک حملہ آور ہوں گے اور چاروں طرف تباہی مچا دیں گے حضرت عیسیٰ کو کوہِ طور پر محصور کر لیں گے ان کی گردنوں پر پھوڑے نکلیں گے اور ایک ہی رات میں یہ لوگ ختم ہو جائیں گے۔

۵۔ **سورج کا مغرب سے طلوع ہونا** :۔ تین چار شب و روز کے برابر ایک طویل رات آئے گی جب انسان اور حیوان فریاد کریں گے تو مغرب سے گہنایا ہوا سورج طلوع ہوگا۔

۶۔ **زمین کا دھنسنا** :۔ زمین تین جگہ سے دھنسے گی ایک جگہ مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک عرب میں۔

۷۔ **دابۃ الارض** :۔ عرب کی سرزمین میں ایک عجیب و غریب قسم کا جانور ظاہر ہوگا اور انسانوں سے باتیں کرے گا۔

۸۔ **مہلک ہوا** :۔ ایک مہلک ہوا چلے گی جو بظاہر ٹھنڈی اور خوشگوار ہوگی مگر اس سے سب اہلِ ایمان موت کی نیند سو جائیں گے۔

۹۔ **عدن کی آگ** :۔ عدن سے آگ کا ایک پہاڑ اُبھر کر شام کی طرف رواں ہوگا اور لوگوں کو اپنے آگے چلا کر شام میں پہنچا دے گا۔

۱۰۔ **بابِ توبہ بند** :۔ عالمِ غیب سے چونکہ پردے اُٹھنے شروع ہو جائیں گے اس لئے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

Marfat.com

سوالات

۱۔ عقیدہ کی تعریف کریں اور وضاحت کریں کہ انسانی زندگی میں اسلامی عقائد کو کیا اہمیت حاصل ہے۔
۲۔ عقیدہ توحید کا مفہوم۔ اس کی اہمیت، توحید کے تقاضے اور اس کے حق میں دلائل پیش کریں۔
۳۔ انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات واضح کریں۔
۴۔ شرک کا مفہوم اور اس کی اقسام بیان کریں۔
۵۔ عقیدہ رسالت کا مفہوم اس کی اہمیت حقائق انبیاء اور رسالت کی ضرورت واہمیت واضح کریں۔
۶۔ انسانی زندگی پر عقیدۂ رسالت کے اثرات واضح کریں۔
۷۔ رسالتِ محمدیؐ کے تقاضے بیان کریں۔
۸۔ رسالتِ محمدیؐ کی امتیازی خصوصیات بیان کریں۔
۹۔ ایمان بالملائکہ کا تفصیلی عقیدہ بیان کریں اور انسانی زندگی پر اس عقیدے کے اثرات واضح کریں۔
۱۰۔ چند مشہور فرشتوں کے نام اور ان کے کام بیان کریں۔
۱۱۔ الہامی کتابوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے۔ مشہور الہامی کتابوں کے نام گنوائیں۔
۱۲۔ قرآن حکیم کو کن خصوصیات کی بناء پر باقی الہامی کتابوں کے مقابلے میں ممتاز حیثیت حاصل ہے۔
۱۳۔ عقیدہ آخرت سے کیا مراد ہے۔ آخرت کے حق میں دلائل اور اس عقیدے کے تقاضے بیان کریں۔
۱۴۔ انسانی زندگی پر عقیدہ آخرت کے اثرات واضح کریں۔

Marfat.com

باب سوم

اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ اسوۂ حسنہ
۲۔ حضور بحیثیت رحمۃ للعالمین
۳۔ صبر و استقلال
۴ ذکر
۵۔ شرفِ انسانیت
۶۔ معاشرتی عدل
۷۔ عفو و درگذر
۸۔ مساوات
۹۔ اخوت
۱۰ سوالات
۱۱ پرچہ جات

Marfat.com

Marfat.com

[library stamp]

اسوۂ حسنہ

اسوہ کا مطلب ہے نمونہ اور حسنہ کا مطلب ہے بہترین۔ اس طرح اسوۂ حسنہ کے مفہوم ہوا بہترین نمونہ
اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَة

ترجمہ:۔ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

اگرچہ انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے اور بھی نبی اور رسول تشریف لائے لیکن بنی نوع انسان کو ایک ایسے راہنما کی ضرورت تھی جو اپنے بہترین نمونۂ عمل سے انسانی زندگی کے راستے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منور کر دے۔ لہٰذا اللہ تبارک و تعالےٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی صورت میں وہ ہادی اور راہنما بھیج دیا

جب ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیتے ہیں تو ہمارا یہ دعویٰ صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پائی جانے والی محبت و عقیدت کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ ہمارا اس دعوے کے حق میں بڑے ٹھوس اور واضح دلائل ہوتے ہیں۔

جس ہستی کو اسوۂ حسنہ قرار دیا جا سکے اس کے لیے لازم ہے کہ:

۱۔ اس کے جملہ حالاتِ زندگی مستند تاریخی واقعات کی صورت میں محفوظ ہوں۔

۲۔ وہ ہستی صرف گفتار ہی کی نہیں بلکہ عمل و کردار کی بھی رفعتوں تک پہنچی ہو۔

۳۔ وہ ہستی صرف کسی خاص طبقے، زمانے یا علاقے ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے اور قیامت تک کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ثابت ہو سکے۔

۴۔ اس ہستی کی مکمل زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے موجود ہو۔ اس کا کوئی گوشۂ زندگی، گوشۂ گمنامی میں نہ پڑا ہو۔

ان مذکورہ بالا معیاروں کی روشنی میں جب ہم دنیا کی مختلف ہستیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی مبارک ہی ایسی ہستی دکھائی دیتی ہے جو ان

Marfat.com

تمام معیاروں پر پورا اترتی ہو۔

ذیل میں ہم اِن معیاروں کی روشنی میں سیرت طیبہ کا جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ واقعی حضورؐ پاک کی حیاتِ طیبہ اسوۂ حسنہ یعنی بہترین نمونہ ہے۔

تاریخیت تاریخی اعتبار سے آپؐ کی سیرت طیبہ کو ایک مستند حیثیت حاصل ہے آپؐ کی سیرت کا سب سے محفوظ حصہ وہ قرآنی تعلیمات ہیں جن میں حضورؐ کے بارے میں وضاحت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اہلِ سِیر حضرات نے احتیاط کے تمام تقاضے بروئے کار لاتے ہوئے انتہائی مستند انداز میں آپؐ کی زندگی کے جملہ حالات و واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ اس ضمن میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اسماء الرجال کے نام سے باقاعدہ ایک فن رائج کیا گیا۔ جس کا مقصد ان لوگوں کے حالاتِ زندگی کو محفوظ کرنا تھا جنہوں نے حضورؐ کے بارے میں مختلف معلومات بہم پہنچائیں تاکہ یہ پتہ چلے کہ یہ معلومات مہیا کرنے والے کس کردار، دینداری اور علم و فضل کے حامل تھے۔ اس طرح آپؐ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مستند اور معیاری انداز میں محفوظ کر لیا گیا تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے عملی نمونے کا کام دے سکے۔

کاملیت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی انسانِ کامل کی زندگی ہے کہ جس سے حاکم و محکوم۔ امیر و غریب، عابد و زاہد، سپاہی، جرنیل اور دیگر مختلف حیثیات کے لوگ عملی راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی طرح ایک معلم، جج، واعظ، باپ، بیٹا، خاوند سب کے لیے آپ نے قابلِ تقلید مثالیں چھوڑی ہیں۔

عملیت اگر کوئی ہستی یا ذات، صرف گفتار کی غازی ہو جس کی زندگی کا عملی پہلو اس کی باتوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو اس کی باتیں وقتی طور پر لوگوں کو مسحور تو کر سکتی ہیں لیکن زیادہ دیرپا اثرات نہیں رکھتیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا سب سے متاثر کن پہلو یہ ہے کہ آپؐ صرف گفتار ہی کے نہیں بلکہ عمل و کردار کے بھی غازی تھے۔ آپؐ نے جو کہا خود اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ اگر لوگوں کو نماز پنجگانہ کی ہدایت کی تو خود پانچ نہیں بلکہ آٹھ نمازیں پڑھیں اگر لوگوں کو رمضان کے روزے رکھنے کی تلقین کی تو خود رمضان کے علاوہ بھی ہر ہفتے کوئی نہ کوئی روزہ رکھتے۔ اگر لوگوں کو عفو و درگزر کی تلقین کی تو خود اپنے عفو کا یہ حال تھا کہ ساری زندگی کسی ذاتی رنج یا تکلیف کی بنیاد پر کسی سے انتقام نہیں لیا حتیٰ کہ ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہ جس نے آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا اسے بھی معاف کر دیا

Marfat.com

اگر لوگوں کو صدقہ و خیرات کی تلقین کی تو خود اپنی خیرات کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی سائل آجاتا اور گھر میں صرف ایک وقت کی روٹی ہوتی تو وہ بھی اٹھا کر اسے دے دیتے اور خود فاقہ کر لیتے۔

الغرض آپ نے جو کچھ کہا اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ تاکہ باقی لوگ انہی مثالوں کو سامنے رکھ کر ایک اچھی زندگی بسر کر سکیں۔

کھلی زندگی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام زندگی پیدائش سے لے کر وصال تک ایک کھلی کتاب کی طرح ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے آپ نے اپنی زندگی کے کسی گوشے کو انسانی نظروں سے چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو بھی یہ اجازت دے رکھی تھی کہ مجھ سے خلوت میں جو کچھ دیکھیں اسے برملا لوگوں کے سامنے بیان کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے گمنامی میں ہونے کی وجہ سے ہم یہ خیال کر سکیں کہ شاید آپ اس گوشہ حیات میں اپنے اصلی معیار تک نہ پہنچے ہوں۔

اہل سیر حضرات نے آپ کی زندگی کی معمولی معمولی جزئیات بھی بیان کر دی ہیں تاکہ آپ کی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ آپ کے بارے میں اس قدر تفصیلات موجود ہیں کہ:

آپ کتنے گھونٹ پانی پیتے تھے۔ آپ کس پہلو کروٹ بدل کر سوتے تھے۔ آپ کے جوتوں میں کتنے تسمے لگے ہوئے تھے

حضور بحیثیت رحمۃ اللعالمین

رحمۃ اللعالمین

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل جو نبی اور رسول بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ان کی نبوت کسی خاص قوم، علاقے اور زمانے تک محدود ہوتی تھی گویا ان کی نبوت و رسالت زمان و مکان کی حدود کی پابند تھی مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس لحاظ سے لامحدود، ہمہ گیر اور آفاقی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کے لئے اور قیامت تک کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی طرح اُن کی رحمت بھی لامحدود ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

"ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی حیثیت سے بھی تمام بنی نوع انسان کے لئے رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک انسان کامل اور خیر البشر کے طور پر انسانوں کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اپنی سیرت اور سنت کی صورت میں جو عملی نمونہ جات چھوڑے ہیں وہ یقیناً انسانیت کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔"

بحیثیت مسلمان ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی درکار ہے انسان اپنی ہر حیثیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ ایک بچے سے لے کر ایک بوڑھے تک۔ ایک سپاہی سے لے کر ایک جرنیل تک اور ایک حکمران تک ہر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوڑے ہوئے عملی نمونہ جات اور تعلیمات سے استفادہ کر سکتا ہے اور ان تمام حیثیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رحمت بن کر سامنے آتے ہیں۔

تاریخیت۔ کاملیت۔ عملیت اور جامعیت کے اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی ہستی کے طور پر سامنے آتے ہیں کہ آپ کے نبی رحمت ہونے کے بارے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

رسول اکرمؐ ساری امت کے لئے ایک رحمت ہیں آپ ہر ایسے کام سے گریز کرتے جو امت کے لئے تکلیف، پریشانی اور آزمائش کا باعث بنے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی یہ احتیاط برتی کہ عبادات و معاملات میں اُمت کو کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آپ کافروں کے لئے رحمت ثابت ہوئے کیونکہ یہ لوگ اپنی تمام تر سرکشیوں اور زیادتیوں کے باوجود آپ کے وجود کی برکت سے اس دنیا میں عذاب سے محفوظ رہے۔ کفار و مشرکین کی تمام تر زیادتوں کے باوجود آپ نے انہیں کبھی بددعا نہ دی بلکہ اللہ تعالیٰ سے ان کے ہدایت یاب ہونے کی دُعا مانگتے رہے۔

عورتوں کے لئے آپ کا وجود خصوصی طور پر رحمت ثابت ہوا۔ اسلام سے قبل عورتوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مرد انہیں سوسائٹی میں کوئی باعزت مقام دینے کے لئے قطعاً آمادہ اور تیار نہیں تھے۔ لڑکی کی پیدائش کو باعث ننگ و عار سمجھا جاتا تھا اور بعض حالات میں اُسے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں عورت کو باعزت مقام دیتے ہوئے یہ واضح کیا کہ عورت کو ایک ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے قابلِ قدر مقام حاصل ہے اور بیٹی کی پیدائش باعثِ شرم نہیں بلکہ باعثِ رحمت ہے۔

آپ یتیموں، مسکینوں اور غریبوں کے والی اور نگہبان تھے آپ نے اُن کی حفاظت و نگہداشت کو

Marfat.com

ی فضیلت کا حامل قرار دیتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ یتیم اور غریب کی نگہداشت کرنے والا بہشت
ں ساتھ ساتھ ہوں گے۔" آپ غلاموں کے لئے اس اعتبار سے رحمت ثابت ہوئے کہ آپ نے ان کے
ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی ممانعت کی اور انہیں اپنا بھائی سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ نرمی، ہمدردی اور شفقت سے
پیش آنے کی ہدایت کی ان کے بارے میں یہ تاکید کی کہ جو خود کھاتے ہو وہی انہیں کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو،
انہیں بھی وہی پہناؤ اور ان کی طاقت اور برداشت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو۔
آپ صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام جمادات، نباتات اور حیوانات کے لئے رحمت تھے سب
کے بارے میں آپ نے مثبت اور ہمدردانہ رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی۔

اخلاقی اعتبار سے آپ کا رحمت ہونا

آپ کی امانت وصداقت، عدل وانصاف، رحم وکرم، پیمانِ وفا اور جود وسخا آپ کی وہ بلند پایہ
اخلاقی صفات ہیں جو آپ کے معلّمِ اعظم، رہبرِ کامل اور رحمۃ اللعالمین ہونے کا بیّن ثبوت ہیں۔
انسان کی دنیوی اور اُخروی فلاح کا دارومدار اس کے اعلیٰ کردار اور نیک اعمال پر ہے۔ اس سلسلے
میں قرآن حکیم بہترین معاون کا کام دیتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شارحِ قرآن کی حیثیت سے
بہترین رہنما اور پیکرِ رحم ووفا ہیں۔ آپ کا وجود اس اعتبار سے بھی رحمت ہے کہ آپ مجسم قرآن ہیں۔ آپ
نے قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کیا اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہنا پڑا۔ کَانَ خُلُقُ
الْقُرْآن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا ایک بنیادی مقصد اخلاق کی تکمیل قرار دیا ہے

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق

اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کو رحمۃ اللعالمین بنایا تھا اس لیے آپ کو بلند ترین اخلاقی
معیار سے نوازا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ وسعت رکھتی
ہے۔ آپ رحمت مجسم تھے۔ آپ کی رحمت کسی خاص طبقۂ فکر، کسی خاص قوم کسی خاص
علاقے یا کسی خاص مذہب کے ماننے والوں تک محدود نہیں بلکہ آپ کی رحمت بلا تخصیص
سب کائنات کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

آپ بچوں کے لیے خصوصاً رحیم تھے۔ اِن سے خوب پیار کرتے اور دوسروں کو بھی
یہی تلقین کرتے کہ وہ ان سے پیار کیا کریں۔

Marfat.com

آپؐ یتیموں کے لیے بھی باعثِ رحمت تھے۔ آپؐ نے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی اور یتیموں کی پرورش کو حصولِ جنت کا ذریعہ قرار دیا۔

آپؐ غلاموں کے لیے کتنے رحمت تھے کہ آپؐ نے لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے غلاموں کو اپنے برابر مقام دیں۔ انہیں وہی کھلائیں جو خود کھاتے ہیں۔ انہیں وہی پہنائیں جو خود پہنتے ہیں۔ آپؐ نے غلاموں کی رہائی اور آزادی کے لیے متعدد اقدامات کیے۔

حضورؐ کافروں پر بھی رحمت تھے۔ آپؐ نے ان کے ظلم و ستم اور ان کی زیادتیوں کے باوجود کبھی انہیں بد دعا نہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے مقدس وجود کے طفیل کفار و مشرکین کو بھی اپنے عذاب سے بچائے رکھا۔

آپؐ مزدوروں، بیماروں، انسانوں، حیوانوں، جانوروں، چرند پرند سب کے لیے باعثِ رحمت تھے۔ کیونکہ آپؐ نے مزدوروں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی ہدایت کی اور انہیں مناسب اور بروقت مزدوری ادا کرنے کا حکم دیا۔ بیماروں کے لیے آپؐ باعث شفا تھے جانوروں کو بہتر خوراک دینے اور ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لینے کی تلقین فرمائی آپؐ کی سیرت طیبہ پر غور کرنے سے آپؐ کی رحمۃ للعالمینیؐ کا ایک مکمل اور واضح نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

۱۔ آپؐ رحمۃ للعالمینؐ تھے آپؐ نے حلف والفضول کے عہد و پیمان کو مستحکم کیا۔

۲۔ آپؐ رحمۃ للعالمینؐ تھے۔ کہ آپؐ نے کمسنی ہی میں حرب الفجار کو دیکھا تو انسان کے ہاتھوں انسان پر زیادتی کو ناپسند فرمایا

۳۔ آپؐ رحمۃ للعالمینؐ تھے کہ آپؐ نے دشمن کو بھی دوست بنا لینے کا طریقہ سکھایا

۴۔ آپؐ رحمۃ للعالمینؐ تھے کہ آپ کی نگاہ میں کالے گورے، امیر و غریب، آقا و غلام عربی و عجمی، رومی، یونانی سب برابر ہیں۔

۵۔ آپؐ رحمۃ للعالمینؐ ہیں کہ آپؐ نے ظلم و زیادتی کرنے والوں، عبادت میں رکاوٹ پیدا کرنے، حقوق سے محروم کرنے والوں اور عداوت رکھنے والوں کے خلاف بھی مومنین کو انتقامی کارروائی کرنے سے باز رکھا

۶۔ آپؐ رحمۃ للعالمینؐ تھے کہ آپؐ کا مشن نسلِ انسانی کو رذائلِ اخلاق سے پاک کرنا تھا

۷۔ آپؐ رحمۃ للعالمینؐ تھے کہ آپؐ نے انسان کو مال و دولت اور حسب و نسب کی بنیاد پر نہیں بلکہ علم و فضل اور تقویٰ کی بنیاد پر پرکھا۔

○

Marfat.com

صبر واستقلال

صبر کا لغوی مفہوم ہے روکنا، سہارنا اور باندھنا یعنی نیکی کی راہ میں پیش آنیوالی مشکلات ومصائب کے سامنے ہمت ہارنے کی بجائے اپنے نفس کو اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا اور ثابت قدم رہنا صبر سے مراد بے بسی اور بے کسی کے عالم میں انتقام نہ لے سکنے کی مجبوری ہرگز نہیں۔ استقلال کے معنی ہیں قلیل سمجھنا یعنی حق کی راہ میں درپیش دقتوں اور تکالیف کو قلیل اور بے وقعت سمجھنا۔ گویا صبر واستقلال ایک ہی جیسے مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں۔

قرآن حکیم میں صبر کو مناسب وقت کا انتظار کرنے سے بے قرار نہ ہونے مشکلات کو خاطر میں نہ لانے اور ثابت قدم رہنے کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ امام راغب کے نزدیک عقل اور شرع کے تقاضے کے مطابق دل کو روک رکھنے کا نام صبر ہے۔

ایک صابر شخص حادثے پیش آنے کے باوجود نہیں گھبراتا بلکہ اپنے مقصد پہ قائم رہتا ہے گزشتہ ناکامیوں سے دل برداشتہ ہو کر وہ ہمت نہیں ہارتا بلکہ ایک نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھتا ہے اور خدا سے دُعا کرتا ہے کہ وہ اس کی گزشتہ ناکامی کے قصور کو معاف فرمائے اور اسے مزید ثبات عطا کرے۔ کامیابی کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک خدا کی طرف دل لگانا اور دوسرے مشکلات ومصائب پر صبر واستقامت سے قابو پانا۔

دنیوی زندگی میں انسان کو غمی اور خوشی، کامیابی اور ناکامی ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایک سچا مومن نہ تو غمی اور ناکامی کی صورت میں مایوسی اختیار کرکے ترکِ عمل پر آمادہ ہوتا ہے اور نہ ہی کامیابی اور خوشی کی صورت میں مغرور اور متکبر ہو کر آپے سے باہر ہوتا ہے بلکہ خوشی اور کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھ کر اس کا شکر ادا کرتا ہے۔

صبر واستقلال کے سلسلے میں جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ صبر واستقامت کا ایک پہاڑ دکھائی دیتے ہیں۔ کفارِ مکہ نے آپ کو آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آپ کی نبوت کو ماننے سے انکار کیا۔ آپ کو شاعر اور دیوانہ قرار دیا۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے۔ سجدہ کے دوران آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں محصور کرکے معاشرتی بائیکاٹ کر دیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ آپ کے قتل کا بھی منصوبہ بنایا گیا۔ ان تمام مشکلات کے باوجود آپ نے صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اپنے ساتھیوں کو بھی صبر واستقامت کی تلقین کرتے رہے کیونکہ آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

یہ وعدہ تھا کہ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَاب
"صبر کرنے والوں کو ان کی مزدوری بے حساب ملے گی۔"

صبر اختیار کر لینے سے انسان کی سابقہ غلطیاں مٹ جاتی ہیں اور دین و دنیا کا بڑے سے بڑا معاوضہ ملتا ہے قرآنی تعلیمات کی رو سے صبر ودعا مشکلات کی کنجی ہیں۔

بحیثیت مسلمان ہم پر لازم ہے کہ ہمیں جان و مال کی کسی آزمائش کا سامنا ہو تو صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں ہمیں ہر وقت یہ یاد رہنا چاہیئے کہ رنج و راحت۔ نفع ونقصان سب خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور ہمیں بالآخر اُسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔

قرآن وحدیث میں صبر کی بہت اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے سورہ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے
وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ "اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کو ایمان کی چمک کشائش کی کنجی اور نصف ایمان قرار دیا ہے۔

صبر واستقلال :۔ صبر کی بہترین حالت صبر جمیل ہے جو ہر قسم کی شکایت اور فریاد سے پاک ہوتا ہے۔ صبر جمیل کی صورت میں ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے پوری برداشت کے ساتھ حالات کا سامنا کیا جاتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ جب مناسب وقت آئے گا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خود ہی حالات کو بہتر بنائے گا اور تکالیف دور ہو جائیں گی۔ آزمائش کے مراحل طے کرنے کے لئے صبرِ جمیل کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ جب حضرت یعقوبؑ کو اُن کے بیٹے حضرت یوسفؑ کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ اسے بھیڑیئے نے کھا لیا ہے تو انہوں نے جواب میں فرمایا تھا کہ "(اے میرے بیٹو) تمہارے نفس نے تمہارے لئے ایک بڑے کام کو آسان بنا دیا اچھا میں صبرِ جمیل سے کام لوں گا۔"

بالآخر صبر واستقلال کی برکات اور اُس کے فوائد مل کر رہتے ہیں یہ اس لئے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن یعنی اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

سورہ اعراف میں ارشاد ربّانی ہے:۔
"اور اُن کی جگہ ہم نے اُن لوگوں کو اس سرزمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنایا جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے۔"

سورہ رعد میں صبر واستقلال کا دامن تھامے رکھنے والوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔
"ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے رب کی رضا کے لئے صبر سے کام لیتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اعلانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں اور بُرائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔ آخرت کا

Marfat.com

پھر انہی لوگوں کے لئے ہے یعنی ایسے باغ جنان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔

صبر کی اہمیت :- صبر کی آزمائش گاہ سے کامیاب و کامران نکلنے والا کندن بن کر نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو آزمائش میں ضرور ڈالتا ہے مگر جو اس آزمائش میں ثابت قدم رہتے ہیں اور صبر و استقلال کا دامن نہیں چھوڑتے تم انہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دیتا ہے۔

صبر کو سرچشمہ ایمان بھی سمجھا جاتا ہے۔ ایمان کی عمارت جن چار بنیادی ستونوں پر کھڑی ہے ان میں صبر بھی شامل ہے ایمان لانے کے بعد دراصل اس پر ثابت قدم رہنا ہی حقیقی مومن کی پہچان ہے۔ صبر بے شمار نیکیوں کا باعث بنتا ہے۔ روزہ بھی درحقیقت صبر ہی کا دوسرا نام ہے قرآن و سنت میں بیشتر مقامات پر صبر کی تاکید فرمائی گئی ہے صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے جس طرح سر کے بغیر جسم کا وجود ممکن نہیں اسی طرح صبر کے بغیر ایمان کا وجود محال ہے۔

صبر کے تقاضے :- ۱۔ صبر کا اولین تقاضا یہ ہے کہ کسی ناکامی کی صورت میں مایوس، بددل اور دل برداشتہ ہو کر ہمت ہارنے کی بجائے مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیئے اور صبر و استقلال اور مستقل مزاجی کے ساتھ محنت جاری رکھنی چاہیئے۔

۲۔ صبر کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ مشکلات و مصائب کے وقت ہرگز نہیں گھبرانا چاہیئے بلکہ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے صبر سے کام لینا چاہیئے۔

۳۔ صبر کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ کسی سے تکلیف اور ضرر پہنچنے پر بدلے کی طاقت اور اختیار رکھنے کے باوجود معاف کر دیا جائے۔

ذکر

ذکر کا لفظی مطلب ہے یاد کرنا۔ لیکن شریعت کی اصطلاح میں معروف اسلامی طریقہ کے مطابق اللہ کی عبادت بجالانے اور اسے یاد کرنے کو ذکر کہتے ہیں۔ ذکر دو طرح کا ہے :-

۱۔ ذکرِ قلبی ۲۔ ذکرِ لسانی

ذکرِ قلبی سے مراد دل ہی دل میں خدا کو یاد کرتے رہنا۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو مرکزی مقام دینا تاکہ ہر کام مشیتِ ایزدی کے مطابق سرانجام پائے اور دل کو یادِ الٰہی میں محو رکھنا۔ مختلف فرائضِ حیات سرانجام دیتے وقت بھی خدا کو نہ بھولنا۔

ذکرِ لسانی سے مراد ہے اپنی زبان سے خدا کی حمد و ثنا بیان کرنا اس کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرنا اور نیکی کے کلمات یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر کو وردِ زبان بنا لینا۔ لسانی ذکر کے تحت نماز۔ تلاوت قرآن حکیم۔ درود اور پاکیزہ کلمات

Marfat.com

جیسی چیزیں آتی ہیں۔ ان دونوں طرح کے اذکار کے آگے پھر دو قسمیں ہیں ۔

۱۔ بھولنے کے بعد ذکر کرنا یعنی یاد آجانا

۲۔ بھولنے کے بغیر یاد رہنا (دائمی یاد رہنا)

قرآن حکیم میں ذکر یادِ الٰہی، قرآن حکیم نماز پنجگانہ، نماز جمعہ جیسے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ذکرِ الٰہی کے معروف طریقے

۱۔ نماز پنجگانہ۔ نوافل، تلاوت قرآن حکیم اور نیکی کے کلمات

کو زبان سے ادا کرتے رہنا ہیں۔

ذکر کی ضرورت اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں مصائب و آلام انسان کو

اس قدر پریشان کر دیتے ہیں کہ اسے اطمینانِ قلب کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے اور اطمینانِ قلب حاصل

کرنے کا موثر اور بہترین ذریعہ ذکرِ الٰہی ہے ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

"خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔"

قرآن حکیم میں اللہ کو بہت یاد کرنے کی تلقین ملتی ہے۔ ذکرِ الٰہی سے شغف رکھنے والے کھڑے ہو

کر بیٹھ کر اور لیٹ کر اللہ کو یاد کرتے ہیں یعنی کسی بھی حالت میں وہ اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔

مختلف احادیث میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ ذکر سے بڑھ کر کوئی عمل عذابِ الٰہی سے بچانے والا نہیں۔

ذکر جنّت کا حقدار بنا دیتا ہے اور ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔

یوں تو ذکرِ الٰہی بیشمار فوائد و برکات کا باعث بنتا ہے لیکن اس سے انسان خصوصی طور پر اللہ کے مقبول

بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے اسے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے اس کا نفس گناہوں سے پاک ہو

جاتا ہے اور اسے اللہ کے ہاں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ ذکر کی فضیلت کے پیشِ نظر حضور صلی اللہ علیہ

وسلم خود بھی کثرت سے ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ رات کی تنہائیوں میں یادِ خدا میں کھڑے ہو کر اور ذکرِ الٰہی

میں مشغول رہ کر آپؐ کے پاؤں میں ورم آجاتا۔ لیکن یادِ الٰہی سے آپؐ کو جو سکون ملتا اس کے سامنے

سب چیزیں ہیچ تھیں۔ آج کے جدید دور میں بھی اگر ہم سکونِ قلب کے متلاشی ہیں تو ہمیں یہ جان لینا چاہیے

کہ اطمینان و سکون نہ تو مال و دولت سے خریدا جا سکتا ہے اور نہ ہی مرتبہ و مقام حاصل کر لینے سے بلکہ اس

کا ایک ہی ذریعہ ہے ذکرِ الٰہی ۔ لہٰذا ہمیں ذکرِ الٰہی میں مشغول رہ کر اطمینان و سکون کی حلاوت سے

بہرہ ور ہونا چاہیے۔

Marfat.com

ذکر کی فضیلت و اہمیت

۱۔ ذکر سے اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب

۲۔ ذکر سے صدقہ و خیرات جیسا اجر و ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَر

جیسے کلمات کا ورد بھی درحقیقت ایک صدقہ ہے۔

۳۔ اگر انسان مالی ذرائع سے خدمتِ خلق کا متحمل نہ ہو تو اس کا خلوص نیت سے کیا گیا ذکرِ الٰہی بھی اجر و ثواب کے اعتبار سے خدمتِ خلق ہی کے برابر ہوتا ہے۔

۴۔ ذکرِ الٰہی کو ایک بہت بڑی چیز قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر

۵۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غافل اور ذکر کرنے والے کا یوں موازنہ کیا ہے کہ ذکر کرنے والا غافلوں کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے سوکھے اور ٹوٹے ہوئے درختوں کے درمیان ایک سرسبز درخت

۶۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکرِ الٰہی کو سب سے افضل عمل قرار دیا ہے۔

۷۔ جب کوئی گروہ ذکر کرنے کے لیے جمع ہوتا ہے تو ملائکہ ان لوگوں کو ڈھانپ لیتے ہیں

۸۔ ذکرِ الٰہی کو اسلامی عبادات کی روح قرار دیا گیا ہے۔

۹۔ ذکرِ الٰہی، عذابِ قبر سے بچاتا اور جنت میں داخل ہونے کا باعث بنتا ہے۔

۱۰۔ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ صرف ذاکرین کے لیے مختص کیا گیا ہے۔

شرفِ انسانیت

دنیا کی مختلف تہذیبیں انسان کے بارے میں مختلف نظریات رکھتی ہیں ان کے نظریات انتہائی غیر متوازن ہیں ان میں سے بعض نے تو انسان کو انتہائی حقیر مخلوق شمار کیا اور اسے دیوی دیوتاؤں پتھروں حیوانوں اور اجرامِ فلکی کے سامنے سجدہ ریز کر دیا۔ یہ لوگ انسان کو ایک معاشی حیوان شمار کرتے ہیں اور یہ خیال ہے کہ جس طرح جانوروں اور حیوانوں کی زندگی کھانے پینے اور افزائش نسل تک محدود ہے اسی طرح انسان کو بھی

Marfat.com

غمِ فردا سے بے نیاز ہوکر لذتیت اور مادیت میں سبقت لے جانی چاہیئے ۔ دوسری طرف ایک دوسرے طبقے نے جنم لیا جو انسان کو طاقتِ کُل سمجھ بیٹھا اور اپنے فخر و غرور میں خدائی کا دعویٰ کر دیا ۔ ان غیر فطری اور غیر حقیقت پسندانہ نظریات کے مقابلہ میں اسلام نے ایک حقیقت پسندانہ اور قابلِ عزت نظریہ پیش کیا ۔ اسلامی نقطہ نظر سے انسان اشرف المخلوقات ہے اللہ تعالیٰ نے کائنات میں موجود ہر چیز کو انسان کی خاطر پیدا کیا ، زمین و آسمان کی سب چیزیں انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں ۔ نظامِ کائنات میں انسان کو خلیفۃ اللہ کی حیثیت حاصل ہے ۔ اس خلافت و نیابت الٰہی کے معاملے میں انسان کو فرشتوں پر جو ترجیح دی گئی اس کی بنیادی وجہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا جبکہ فرشتے اس سے محروم رہے لیکن انسان کو یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے ۔ قادرِ مطلق اور حاکمِ اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے انسان کی عظمت اور شرف و فضیلت اسی بات میں ہے کہ وہ اللہ کا اطاعت گزار بن کر رہے ۔

انسان اپنے تمام تر شرف و فضیلت کو فراموش کر کے جب اپنی حیوانیت پر فخر کرتا ہے تو اس کی عقل پر حیرت ہوتی ہے شاید ایسا کرتے وقت اسے یہ یاد نہیں رہتا ۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

" بیشک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ۔ "

کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اسے ایک خوبصورت ترین مخلوق قرار دیا ہے ۔ انسان کو ظاہری اعتبار سے بہترین شکل و صورت عطا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے باطنی اعتبار سے بھی اس کے اندر بے شمار قوتیں اور خصوصیات جمع کر دیں ۔

البتہ جو انسان اپنے انسانی وقار اور شرف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حیوانوں جیسی گھٹیا حرکات کرنے لگتے ہیں انہیں دیکھ کر انسانیت کو شرم محسوس ہوتی ہے ۔

انسان کو ملائکہ جیسی نورانی مخلوق کے مقابلے میں بھی بڑائی اور بزرگی حاصل ہے کیونکہ فرشتوں کا نیک بن کر رہنا کوئی بڑا کارنامہ نہیں ، انہیں دراصل اللہ تعالیٰ کوئی بُرا کام کرنے کا سرے سے اختیار ہی نہیں دیا ، جبکہ انسان کو نیکی اور بدی دونوں کا شعور بخشنے کے بعد اپنی مرضی سے کوئی سا راستہ اپنانے کا اختیار دیا گیا ہے

لہٰذا جو انسان بدی کا اختیار رکھنے کے باوجود بھی بدی سے اجتناب کرتا ہے اور بدستور نیکی کا دامن تھامے رکھتا ہے وہ ایسی عظمتوں اور رفعتوں کو چھو لیتا ہے جہاں فرشتے بھی رسائی حاصل نہیں کر سکتے ۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے انسانی عزت و وقار کا واضح اظہار کیا ہے ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت و توقیر عطا کرنے کے بعد جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انسان کے طور پر اس دُنیا میں بھیجا تو انہوں نے اپنے اخلاق حسنہ بہترین نمونہ عمل اور پاکبازی کے باعث انسانی شرف و فضیلت کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔

انسان ایک انتہائی قیمتی چیز ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہتک آمیز سلوک نہیں کیا۔ ہر انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے شرف و فضیلت اور عزت کا حقدار ہے کسی کو دولت، عہدے اور حسب نسب کے باعث دوسروں پر فوقیت یا برتری حاصل نہیں اور اپنے سے کمتر حیثیت کے مالک ملازمین یا مقابلتاً غریب لوگوں کی تحقیر نہیں کرنی چاہیئے اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور کسی گورے کو کالے پر سوائے تقویٰ کے۔

انسانی شرف و فضیلت کا یہ تقاضا ہے کہ :-
انسان بات کرے تو شائستہ باوقار لہجے میں بات کرے اس کے چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے پہننے ہر چیز سے انسانی شرف کی جھلک دکھائی دینی چاہیئے۔ شرف انسانی کے معنی یہ نہیں کہ انسان مغرور اور متکبر بن کر رہ جائے بلکہ اسے زندگی کے حقائق کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ انسانوں سے بیزاری کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔

معاشرتی عدل وانصاف

اسلامی معاشرے سے مراد ایک ایسا معاشرہ ہے جو اسلامی اصول و قوانین پر مبنی ہو۔ اس معاشرے میں جو بھی کام کیا جائے اس میں افراط و تفریط سے بالاتر ہو کر عدل وانصاف کا رویہ اختیار کریں۔ پوری معاشرتی زندگی میں اعتدال اور توازن کا راستہ اختیار کیا جائے۔

عدل یا انصاف کا بنیادی مفہوم ہی یہی ہے کہ کسی بوجھ کو دو حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ ان دونوں حصوں میں سے کسی میں بھی ذرہ برابر کمی بیشی نہ ہو۔ ہمارا قول و فعل عدل وانصاف اور سچائی کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو۔

عدل وانصاف کی صحیح حقیقت کا اظہار اس ارشادِ ربانی میں ہوتا ہے :-
" اور کسی گروہ کی دُشمنی تمہیں اس چیز پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو کیونکہ عدل ہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔"

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو احساس ہوگا کہ تمام نظامِ کائنات ہی دراصل ایک عدل اور توازن

Marfat.com

پر قائم ہے۔ اگر یہ ختم ہو جائے تو نظامِ کائنات ایک لمحے کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا۔

عام طور پہ عدل سے مراد حقوق کی مساویانہ تقسیم لی جاتی ہے حالانکہ اس کا اصل مفہوم اعتدال تناسب اور توازن ہے۔ عدل کی دو بڑی اقسام ہیں جنہیں ہم انفرادی عدل اور اجتماعی عدل کا نام دے سکتے ہیں۔

اجتماعی عدل میں حق بات کہنا کسی پر ظلم اور زیادتی نہ کرو۔ ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں صورتوں میں پورا پورا حق ادا کرنا جیسی باتیں آجاتی ہیں۔ عدالتی انصاف بھی اجتماعی عدل ہی کی ایک قسم ہے۔

انفرادی عدل دراصل افراد کی زندگی میں اعتدال اور میانہ روی کا دوسرا نام ہے۔

اسلامی نظامِ عدل کی نگاہ میں امیر و غریب۔ مرد و عورت چھوٹے و بڑے۔ آزاد و غلام سب کے سلسلے میں رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر صحیح انصاف کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

عدل اسلام کے معاشرتی نظام کی جان ہے۔ عدل اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ "اللہ حق کیساتھ فیصلہ کرتا ہے"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:۔

"لوگو! تم سے پہلی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان کا کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تھا تو اُس کو سزا دیتے تھے لیکن جب کوئی بڑا آدمی یہ جرم کرتا تو اُس کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ بخدا اگر فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتی تو میں اس پر بھی حد جاری کر دیتا۔"

عدل دراصل ایک ایسی جامع خوبی کا نام ہے جو قانون کے لئے بنیاد فراہم کرتی ہے اگر کوئی کسی پر زیادتی کرتا ہے تو یا تو اس کی زیادتی کو احسان سے زائل کیا جاتا ہے یا عفو و درگزر سے کام لیا جاتا ہے اور پھر برابر کا بدلہ لینے کا اختیار ہوتا ہے۔ یہ برابر کا بدلہ لینے کے لئے عدل کو بنیاد بنایا جاتا ہے تاکہ بدلہ لیتے وقت زیادتی کا امکان نہ رہے۔

عدل تمام نظامِ کائنات کی روحِ رواں ہے۔ عدل کا شمار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی فرائض میں ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں"

اسلامی زندگی کے ہر شعبے میں عدل سے کام لینے کی تلقین پائی جاتی ہے۔ رشتہ داروں، غیروں، دوستوں دشمنوں، امیروں، غریبوں سب کے ساتھ عدل کا حکم آیا ہے۔

Marfat.com

عدل انسان کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔ اس عدل کو نقصان پہنچانے والی دو چیزیں ہیں۔ یعنی رشوت اور سفارش ۔ ان دونوں کو اسلام میں انتہائی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ عدل اختیار کر لینے سے بیشمار فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں جیسے انسان ہلاکت اور بربادی سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اُخروی زندگی میں عنایات الٰہی کا مقدر بن جاتا ہے اور عدل کے باعث معاشرے کے اندر امن و سکون اور اتفاق و اتحاد برقرار رہتا ہے۔

اسلامی تاریخ عدل کی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ مندرجہ ذیل دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت علیؓ کو ایک ایسے شخص کے مقدمے کا فیصلہ کرنا تھا جو آپ سے واقفیت رکھتا تھا جب مقدمے کے دوران اس نے حضرت علیؓ کے ہاں ٹھہرنا چاہا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ آپ مقدمے میں فریق ہیں اس سے رعایت کا پہلو نکلے گا۔

۲۔ ایک صحابی حضرت سرقؓ نے ایک بدو سے اونٹ خریدا تھا۔ قیمت ادا نہ ہو سکی۔ بدو حضرت سرقؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ آپؐ نے سرقؓ کو قیمت ادا کرنے کی ہدایت کی تو سرقؓ نے ناداری کا عذر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدو کو اجازت دی کہ بازار لے جا کر فروخت کر دو، ایک شخص نے دام دے کر بدو سے خریدا اور آزاد کر دیا۔

عدل کی اہمیّت

۱۔ عدل خدا تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عدل کا حکم دیا۔
۳۔ عدل، نظامِ کائنات کی جان ہے۔ کیونکہ نظامِ کائنات ایک خاص عدل و توازن پر قائم ہے۔
۴۔ عدل، انسان کو صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔
۵۔ اسلام کا ایک نام دینِ اعتدال بھی ہے۔
۶۔ قرآنِ حکیم کی تعلیم عدل کی تعلیم ہے۔
۷۔ اسلامی نظامِ زندگی کے ہر پہلو میں عدل ہے۔
۸۔ انسان کو اپنی ذات اور اپنے رشتہ داروں کے مقابلے میں بھی عدل اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔
۹۔ دشمنوں سے بھی عدل کی تلقین کی گئی ہے۔

Marfat.com

۱۰۔ کمزوروں اور زیردستوں کے ساتھ عدل کرنے پر خصوصی زور دیا گیا ہے

عدل کے فوائد و ثمرات

۱۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

۲۔ عدل انسان کو تقویٰ سے قریب ترلے جاتا ہے۔

۳۔ عدل، انسانی عزت و وقار کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ عدل، بربادی سے نجات دلاتا ہے اور محبت و اخوت کو جنم دیتا ہے

۵۔ عادل حکمران پر قیامت کے دن خدا تعالیٰ کا سایہ ہوگا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں عدل، باعث اجروثواب ہے۔

عفو و درگذر

لغوی معنی عفو کے لغوی معنی ہیں معاف کردینا۔ بچنا، مٹانا۔ بدلہ نہ لینا۔ عفو و درگذر دونوں مترادف الفاظ ہیں۔ درگزر فارسی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی بھی معاف کر دینا ہیں۔

مفہوم شرعی اصطلاح میں کسی کو سزا کی طاقت اور بدلے کا اختیار رکھنے کے باوجود خدا کی خاطر اور اس کی اصلاح کے لیے معاف کردینا عفو و درگذر ہے۔ عفو میں اگر طاقت اور قوت کا عنصر نہ ہو تو وہ اسلام کے نزدیک مجبوری اور کمزوری ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرمایا

"عفو صرف قادر ہونے کی صورت میں ہے" ایک عام آدمی کی لغزش اور خطائیں تو نظر انداز کی جاسکتی ہیں۔ لیکن جب معاف کردینے سے دین اور معاشرے میں فساد کا امکان ہو تو اس وقت کسی کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں معاشرتی اور اجتماعی حدود دیامال ہوتی ہوں تو وہاں عفو سے کام لینا جائز اور مناسب نہیں۔ عفو کا اصل مقصد مجرم کے دل میں احساس ندامت اور پشیمانی پیدا کرنا ہے تاکہ وہ آئندہ جرم سے باز رہے۔ لیکن اگر کوئی شخص الٹا غلطی پہ دلیر ہو رہا ہو۔ یا فخر کرتا ہو یا معاف کئے جانے کے بعد اپنی غلطی کا اعادہ کر رہا ہو تو ایسی صورت میں عفو سے کام نہ لینا بہتر ہے۔

عفو و درگذر کی اہمیت

اسلامی نظام اخلاق میں عفو و درگذر کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ قرآن حکیم

Marfat.com

اور حدیث رسولؐ میں عفو و درگذر کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے
معاف کر دینا اللہ تعالےٰ کی ذاتی صفت ہے اور (عفوؔ)

۱۔ **یہ خدائی صفت ہے** اللہ تعالےٰ کے اسمارحسنیٰ میں ایک نام ہے۔ عفو و درگزر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی صفت ہے اور اس صفت کو اپنانا گویا اللہ کی صفت کو اپنانا ہے

اللہ تبارک و تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲۔ **رسول اکرمؐ کو عفو کا حکم** کو یہ اچھی صفت اپنانے کی تلقین فرمائی ہے

ارشاد ربانی ہے۔

"در معاف کرنے کی عادت ڈالو اور نیک کاموں کا حکم کرو"

ہر انسان اللہ تعالےٰ سے عفو اور
۳۔ **اللہ ان کو معاف کرتا ہے جو دوسروں کو معاف کرتا ہے** بخشش کا طلب گار رہتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ ان ہی لوگوں کو اس نعمت سے نوازتا ہے جو اللہ کے بندوں کو معاف کرتے ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

" جو شخص قدرت رکھنے کے باوجود اپنے بھائی سے اپنا غصہ روک لے گا۔ اللہ تعالےٰ محشر کے دن اس کی خطاؤں پر اپنا غصہ روک لے گا۔"

ارشاد ربانی ہے۔

" انہیں چاہیے کہ معاف کر دیا کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ تمہیں معاف کر دے "

اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو عفو کی صفت اپنانے
۴۔ **مومنین کے لیے اللہ کا حکم عفو** کا حکم دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

" اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیا کریں اور درگزر کیا کریں

غصہ کی حالت میں معاف کر دینا
۵۔ **عفو۔ متقین اور محسنین کا وصف ہے** اور عفو و درگزر سے کام لینا متقین اور محسنین کا کام ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

" اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے"

Marfat.com

۶۔ دشمنوں سے بھی عفو و درگذر کا حکم — عفو درگزر صرف اپنوں اور مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ دشمنوں، کافروں اور مشرکوں کو بھی معاف کر دینے کا حکم ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

"اے نبیؐ۔ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ کے دنوں (یعنی جزا اور سزا) کی امید نہیں رکھتے۔ ان کو معاف کر دیا کریں۔"

۷۔ عفو و درگزر کرنے والوں کی عزت میں اضافہ — اللہ تبارک و تعالےٰ معاف کرنے والوں کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے

"اللہ تعالیٰ عفو و درگزر کرنے والوں کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے"

۸۔ عفو و درگذر کا اجر اللہ کے ذمے ہے — عفو و درگزر سے جو دنیوی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ اہم ہیں۔ لیکن اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ خود اس کا اجر عطا کرے گا کیونکہ اس نے اس کا اجر اپنے ذمے رکھا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

"پس جس شخص نے معاف کیا اور صلح کر لی اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے"

۹۔ سب سے افضل اخلاق — فرمانِ نبویؐ کی رُو سے مسلمانوں کا سب سے افضل اخلاق عفو ہے۔ ایک حدیث میں یوں بیان ہوا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت صاحبِ فضیلت نہیں ہوتا جب تک کہ تعلق توڑنے والوں سے تعلق نہ جوڑے۔ ظلم کرنے والے کو معاف نہ کرے۔

۱۰۔ قاتل کے لیے عفو — قتل اگرچہ انتہائی سنگین جرم ہے اور قتل پر قصاص واجب ہے یعنی بدلے میں قاتل کو بھی حکومت قتل کر دے لیکن اس سنگین جرم کو بھی اگر مقتول کے ورثاء معاف کرنا چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔

عفو و درگذر اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ عفو و درگزر کی بے شمار اور اعلےٰ مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ آپؐ سراپا عفو و درگزر تھے خود اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنی نبیؐ کو عفو و درگزر کی تلقین کی تھی۔ لہٰذا آپؐ نے اپنی حیات مبارکہ میں اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

۱- جب آپؐ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو مکہ کے کفار اور مشرکین آپؐ کے مخالف ہو گئے۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ جسم مبارک پر گندگی پھینکتے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا آپؐ کے ساتھیوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا۔ ان کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے اور سینے کے اوپر گرم پتھر رکھ دیتے۔ آپؐ کی شان میں گستاخیاں کیں۔ آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ آپؐ کو مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی جانب ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا لیکن جب آپؐ نے مکہ فتح کیا تو قریش مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا " اے قوم قریش تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا " کہ آپؐ نیک سلوک کریں گے۔ اس وقت آپؐ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

ترجمہ :۔ آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں "

اگر آپؐ چاہتے تو سب کو قتل کرا دیتے یا غلام بنا لیتے لیکن آپؐ نے سب کو معاف کر دیا۔

۲- آپؐ تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے ایمان لانے کی بجائے آپؐ کو پتھر مارنا شروع کر دیے۔ جسم مبارک لہولہان ہو گیا۔ اس موقعہ پر حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی اگر آپؐ حکم دیں تو طائف کو دونوں پہاڑوں کے درمیان تہ و بالا کر دوں تو آپؐ نے فرمایا نہیں۔ ممکن ہے ان کی نسل سے اہلِ ایمان اٹھیں اور ایسا ہی ہوا۔

۳- حضرت ابو سفیانؓ کی بیوی ہندہ نے غزوہ احد میں آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کی نعش کی بے حرمتی کرتے ہوئے ان کا کلیجہ چبایا تھا لیکن فتح مکہ کے بعد جب "ہندہ" کو آپؐ کے سامنے لایا گیا تو آپؐ نے اسے بھی معاف کر دیا اور قاتل حمزہؓ وحشی کی بھی جان بخشی کر دی۔

۴- منافقین ہر وقت اسلام کو درپردہ نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ان کے سردار عبداللہ بن ابی نے آپؐ کی اہلیہ حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی۔ آپؐ کے لیے یہ امر انتہائی تکلیف دہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود جب اس کے بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضورؐ نے اجازت نہ دی۔ حتیٰ کہ جب وہ مر گیا تو آپؐ نے اس کو اپنا کرتہ مبارک پہنا کر دفن کیا

Marfat.com

۵۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بدو نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرامؓ اسے پکڑنے اور مارنے کے لیے دوڑے تو حضورؐ نے فرمایا اس بدو کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پہ پانی کا ایک ڈول بہا دو تاکہ اس کا اثر زائل ہو جائے۔ خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کو دشواری کے لیے نہیں آسانی کے لیے بھیجا ہے۔

۶۔ ایک مرتبہ حضورؐ اپنی تلوار درخت پر لٹکائے نیچے تنہا سو رہے تھے ایک کافر آیا۔ تلوار سونت کر آپؐ کو جگایا اور کہنے لگا "اے محمد بتاؤ کہ اب میرے ہاتھ سے آپؐ کو کون بچائے گا۔ آپؐ نے بلا خوف و خطر پورے اطمینان سے فرمایا "اللہ"۔ یہ سنتے ہی تلوار اس کافر کے ہاتھ سے گر گئی۔ اب حضورؐ نے تلوار اٹھائی اور پوچھا "بتاؤ اب تجھے کون بچائے گا۔ وہ حیران و پریشان ہو گیا۔ تاہم آپؐ نے اس سے انتقام نہ لیا۔

عفو و درگذر کے ثمرات و فوائد (یا اثرات)

۱۔ امن و سکون: عفو و درگزر کرنے سے معاشرے میں امن و سکون پیدا ہوتا ہے۔ انتقامی رویہ اختیار کرنے سے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اور امن و سکون ناپید ہو جاتا ہے۔

۲۔ تعلقات میں خوشگواری: افراد معاشرہ اگر عفو و درگزر سے کام لیں تو باہمی تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ عزت میں اضافہ: عفو و درگزر سے کام لینے والے کی عزت دوسروں کی نظر میں بڑھ جاتی ہے۔

۴۔ باہمی محبت: عفو و درگذر اختیار کرنے سے نفرتیں محبتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور باہمی کینے دور ہو جاتے ہیں۔

۵۔ انسان میں عظمت پیدا ہوتی ہے: بدلہ لینے کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دینے سے انسان میں عظمت پیدا ہوتی ہے۔

Marfat.com

مساوات

لغوی معنی: مساوات کا مادہ "سوی" اور "تسویہ" ہے اس کے معنی برابری، دوستی، صاف اور کھلا میدان اور مساوات کے معنی ہیں برابر کرنا یا برابر ہونا۔

شرعی مفہوم: شریعت کی اصطلاح میں مساوات کا مفہوم ہے کہ تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں نہ کوئی برتر ہے اور نہ کم تر۔ سب کو شرعی، اخلاقی، دینی اقتصادی، سیاسی، معاشرتی اور قانونی اعتبار سے یکساں حقوق حاصل ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر ہم نے تمہاری شاخیں اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

ارشاد نبوی ہے۔

"بے شک تمہارا رب ایک ہے، بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔"

اہمیت: قرآن و حدیث میں مساوات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل باتوں سے واضح ہوتا ہے۔

۱۔ حقیقی مساوات پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بات ذہن نشین کرائی کہ بنیاد اور اس کے اعتبار سے تم ایک مرد اور ایک عورت کی اولاد ہو

۲۔ مساوات کے ضمن میں انسانی ذہن کو مزید صاف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تم سب انسان درحقیقت ایک ہی جان سے پیدا ہوئے۔"

۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کو مساوات کا احساس دلاتے ہوئے واضح کیا "تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے لہٰذا تمہیں ایک دوسرے پر برتری ظاہر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

۴۔ خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساوات کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا "کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر اور

Marfat.com

کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

۵۔ اسلام میں فضیلت کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری کو قرار دیا گیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو سکے کہ انسان ہونے کے ناطے سے وہ سب برابر ہیں۔ رنگ و نسل، وطنیت اور قومیت پر فخر و غرور کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

"بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ صرف سیاسی، معاشی اور معاشرتی مساوات کا اعلان فرمایا بلکہ اسے عملی طور پر نافذ بھی کیا۔ آپؐ نے تمام انسانوں کو برابر حیثیت میں رکھا کسی کو بڑائی یا امتیازی احساس نہ ہونے دیا۔

ذات کا فخر اور سب کا غرور
اٹھ گئے اب جہاں سے یہ دستور

مساوات کی ضرورت

آج مسلمانوں کو مساوات کی اشد ضرورت ہے کیونکہ لوگ حسب و نسب، رنگ و نسل، امارت و غربت، اور لسانی و گروہی تعصبات کا شکار ہیں۔ جس کی بدولت مسلمانوں کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ مسلمانوں کی حقیقی ترقی کا راز مساوات میں ہے۔ مسلمان جب تک عملاً مساوات کی صحیح تصویر بنے رہے۔ کامیابی و کامرانی ان کا مقدر بنی رہی۔ وہ یک جہتی اور اتفاق و اتحاد کی مضبوط دیوار بنے رہے۔ لیکن جب انہوں نے مساوات کی حقیقت کو فراموش کر دیا۔ ان کے اندر اتحاد کی قوت باقی نہ رہی۔ وہ انتشار کا شکار ہو گئے اور موقع غنیمت جان کر اغیار کو ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا خیال پیدا ہوا۔ اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دشمن ان کی طاقت سے مرعوب رہے تو انہیں مساوات کے بھولے ہوئے درس کو یاد کرنا ہو گا اور سب کو یکساں عزت اور وقار کا حقدار سمجھتے ہوئے اپنے اندر اتفاق و اتحاد پیدا کرنا ہو گا۔ کیونکہ اس کے بغیر کامیابی اور ترقی کی منازل طے کرنا ممکن نہیں

اسلام میں مساوات کی مثالیں

۱۔ مساوات کا حیرت انگیز عملی مظاہرہ اس طرح دیکھنے میں آیا کہ آپؐ نے اپنی حقیقی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ

Marfat.com

سے کر دیا۔

۲۔ قبیلہ مخزوم کی عورت فاطمہ نے چوری کر لی۔ لوگوں نے سفارش کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا "اللہ کی قسم اگر فاطمہؓ بنتِ محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

۳۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتماعی کاموں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ برابر شریک ہوتے تھے۔ مسجد قبا اور مسجد نبویؐ کی تعمیر اور غزوہ خندق کی کھدائی میں آپؐ نے صحابہؓ کے ساتھ برابر کا حصہ لیا۔

۴۔ آپؐ جب صحابہؓ کے درمیان بیٹھتے تو آپؐ کی کوئی امتیازی حیثیت نہیں ہوتی تھی اس لیے کسی اجنبی آدمی کے لیے آپؐ کی پہچان مشکل ہو جاتی تھی اور اس کو پوچھنا پڑتا تھا کہ تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں۔

۵۔ ایک سفر کے دوران کھانا تیار کرنے کے لیے تیاری شروع ہو گئی۔ سب صحابہؓ نے کام بانٹ لیا۔ جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام آپؐ نے اپنے ذمہ لے لیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا حضرت ہم خادم حاضر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں۔

۶۔ جنگِ بدر میں صحابہؓ کے پاس سواریاں کم تھیں۔ ایک ایک اونٹ تین صحابہ کرام کے لیے مخصوص کیا گیا۔ آپؐ کے حصہ میں جو اونٹ آیا اس میں حضرت علیؓ اور حضرت ابوالدرداؓ کا بھی حصہ تھا۔ آپ اپنی ہی باری پہ سوار ہوتے تھے۔ جب وہ دونوں سوار ہوتے تو آپؐ پیدل چلتے تھے۔ ان دونوں صحابہؓ نے آپؐ کی خدمت میں اپنا حصہ چھوڑنے کی گذارش کی۔ جب پہ آپؐ نے ارشاد فرمایا "تم مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور میں اجر لینے کے لیے تیار نہیں ہوں"

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفرِ آخرت کی تیاری کر رہے تھے تو آپؐ نے ایک دن مسجد نبویؐ میں صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کسی کا قرضہ میرے ذمہ ہو وہ مجھ سے لے لے۔ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جنگ بدر میں آپؐ ایک چھڑی کے ذریعے صف بندی کر رہے تھے وہ چھڑی مجھے شانہ کے اوپر لگی تھی اور مجھے تکلیف ہوئی تھی میں بدلہ چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تیار ہوں۔ وہ بولا میرے بدن پر کرتہ نہ تھا۔ حضورؐ بھی کرتہ اٹھا لیں۔ آپؐ نے کرتہ اٹھا لیا تو اس نے بڑھ کر شانہ مبارک چوم لیا

Marfat.com

اور عرض کیا۔ اس گستاخی کی وجہ آپ کے جسد مبارک کو چومنے کا شرف حاصل کرنا تھا۔"

اس شخص کی نیت جو بھی تھی آپ تو بہرحال بدلہ دینے کے لیے تیار ہو گئے اور یہی حقیقی مساوات ہے۔

۸۔ آپ کے صحابہ کرامؓ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مساوات پر کاربند رہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عمرؓ جب اپنے غلام کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوتے تو آپؓ اور آپؓ کا خادم باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے جس وقت آخری منزل پر اسلامی کیمپ میں خلیفہ کے داخلہ کا وقت تھا اور سپہ سالار سمیت تمام فوج آپ کے خیر مقدم کے لیے کھڑی تھی تو اس وقت خلیفہ وقت اونٹ کی مہار ہاتھ میں پکڑے پیدل چل رہے تھے اور آپ کا غلام اونٹ پر سوار تھا۔

اخوّت

ارشادِ ربانی ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ

ترجمہ:۔ "مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں"

اس آیت میں مومنوں کی اخوت یعنی بھائی چارے کا ذکر ملتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ایک دوسری جگہ اس تعلق کو پس منظر کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا گیا

"اور تم اللہ تعالٰی کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر تھی اور جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالٰی نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ پس تم اس کی نعمت سے ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے"

ذیل میں ہم مسلمانوں کے اس بھائی چارے یعنی اخوت کی تفصیل پیش کرتے ہیں تاکہ اس کے تمام پہلوؤں کی نشان دہی ہو سکے

اخوّت کے لغوی معنی اخوت عربی زبان کا لفظ ہے جو "اَخ" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں بھائی۔ اس طرح اخوت کے معنی ہوئے بھائی بندی یا بھائی چارہ۔

اصطلاحی مفہوم:۔ اسلامی اصطلاح میں اخوت کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں

Marfat.com

کے درمیان وجہ امتیاز حسب ونسب ایک دوسرے کے لیے حقیقی بھائیوں جیسے پاکیزہ اور محبت بھرے جذبات ہوں۔ ایک دوسرے کے لیے غمگساری اور ایثار و قربانی کی تڑپ موجود ہو۔ ہر کلمہ گو اسلامی برادری کا رکن ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب گورا ہو یا کالا۔ عربی ہو عجمی۔ الغرض کسی بھی رنگ و نسل یا ملک سے تعلق رکھنے والا کوئی سی زبان بولنے والا مسلمان اسلامی برادری کا فرد ہے۔ اس طرح پوری دنیا کے مسلمان گویا ایک برادری ہیں۔

اخوت اور قرآن حکیم

قرآن حکیم میں اخوت کی وضاحت ان طریقوں سے ہوئی ہے

۱۔ بے شک مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحم ہو۔

۲۔ اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

۳۔ اور تم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔

۴۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل جوڑ دیے اگر آپ زمین کی ساری دولت خرچ کر دیتے جب بھی ان کے دلوں کو نہ جوڑ سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا ہے۔ بے شک وہ غالب حکمت والا ہے۔

اخوت، احادیث رسولؐ کی روشنی میں

مسلمانوں کی باہمی اخوت کے بارے میں حضورؐ کے بکثرت ارشادات موجود ہیں۔ مثلاً

۱۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب کچھ حرام ہے اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی آبرو

۲۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں

۳۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔

۴۔ مسلمان ایک دوسرے کے لیے ایک دیوار کی اینٹوں کی مانند ہوتے ہیں کہ ہر

Marfat.com

ہر حصہ دوسرے سے تقویت حاصل کرتا ہے۔

۵۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اخوت کی اعلیٰ مثال

اخوت کی اعلیٰ ترین مثال ہمیں مواخات مدینہ میں ملتی ہے اہل مکہ کے مظالم سے تنگ آکر جب مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو یہ مسلمان مہاجرین بالکل خالی ہاتھ تھے۔ حضورؐ نے مہاجرین اور انصار کو ایک جگہ جمع فرما کر ایک مہاجر اور ایک انصاری کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اخوت کا یہ رشتہ اس قدر معیاری اور لاثانی ثابت ہوا کہ جس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ ہر انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ بعض نے تو اس حد تک ایثار کا مظاہرہ کیا کہ اگر کسی کے پاس دو بیویاں تھیں تو اپنے مہاجر بھائی کی پسند کے مطابق ایک کو طلاق دے کر اس کے نکاح میں دینے پر آمادگی کا اظہار کر دیا یہ الگ بات ہے کہ مہاجرین نے ایسی پیش کش کو قبول نہ کیا اور خودداری کا مظاہرہ کیا۔ لیکن انصاری بھائیوں نے خلوص و محبت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

اخوت کے تقاضے

خیرخواہی اسلامی اخوت کا یہ تقاضا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ خیرخواہی کے جذبات رکھیں۔ ارشاد نبویؐ ہے

"دین خیرخواہی کا نام ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کس کی خیرخواہی۔ آپؐ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ بزرگ و برتر کی اور اس کی کتاب کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور امت مسلمہ کے سربراہوں اور عوام الناس کی"

ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا

"تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے ہی وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے"

Marfat.com

۲۔ عزت و تعظیم مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کی عزت و تعظیم کریں۔ بلا لحاظ امارت و غربت، مرتبہ و مقام۔ سب لوگ انسان ہونے کے ناطے سے عزت کے حقدار ہیں۔ اس لیے کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔

"ایک شخص کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"

۳۔ حاجت روائی اخوت یہ بھی تقاضہ کرتی ہے کہ اگر ایک بھائی کو کسی قسم کی مالی مدد درکار ہو تو حتی الوسع اس کو مالی امداد مہیا کی جائے اور اس سلسلے میں بخل سے کام نہ لیا جائے۔ ارشادِ نبویؐ ہے

"جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے"

۴۔ جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی جان و مال اور عزت و آبرو کا محافظ ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں ارشادِ نبویؐ ہے۔

"مسلمان کی ہر چیز یعنی اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے"

۵۔ دلآزاری سے پرہیز مسلمانوں کو ایک دوسرے کی دلآزاری سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ ایمان کا یہ تقاضہ ہے کہ مسلمانوں کی دلآزاری نہ کی جائے اور انہیں نہ ستایا جائے۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

۶۔ باہمی تعاون و اعانت مسلمانوں کو ہی اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں باہمی تعاون و اعانت کرنا چاہیئے اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آنا چاہیئے۔ دوسرے کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کی بجائے مددگار ثابت ہونا چاہیئے۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔

"جو شخص کسی مسلمان کی مشکل کو آسان کرے گا اللہ تعالےٰ اس کی مصیبت کو دور کر دے گا۔"

۷۔ متفق اور متحد رہنا۔ مسلمانوں کو آپس میں اتفاق اور اتحاد سے رہنا چاہیئے

Marfat.com

ذاتی مفادات اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے سے دُور نہیں ہٹنا چاہیئے۔ کیونکہ نااتفاقی سے امت مسلمہ کی مجموعی قوت کمزور پڑ سکتی ہے ارشادِ ربانی ہے۔

" تم آپس میں جھگڑا مت کرو تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔

۸۔ جذبۂ ایثار۔ اخوت کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے بارے میں ایثار و قربانی سے کام لیں اس سلسلے میں بہترین وضاحت وہ ارشادِ نبویؐ ہے۔ جس میں صحابہ کرامؓ کی صفت بیان کرتے وقت فرمایا گیا۔

" وہ انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے خواہ وہ تنگی میں ہی کیوں نہ ہوں "

۹۔ صلح کرانا مسلمان کسی غلط فہمی یا کسی اور وجہ سے لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہونے لگیں تو جتنی جلدی ممکن ہو ان کے درمیان صلح کرا دینی چاہیئے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ

ترجمہ:۔ "پس تم اپنے بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو "

دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرا دینا نماز، روزے اور زکوٰۃ سے بھی افضل عمل ہے

۱۰۔ غیبت اور غیر ضروری تجسس سے پرہیز مسلمانوں کو ایک دوسرے کی غیبت زنی سے بچنا چاہیئے اور غیر ضروری تجسس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ غیر ضروری تجسس بھی چونکہ عیب جوئی کی طرف جاتا ہے اس لیے ان دونوں کو قابلِ مذمت قرار دیتے ہوئے ان کی ممانعت کی گئی ارشادِ ربانی ہے۔

" اور تم تجسس نہ کیا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو "

۱۱۔ بدگمان نہ ہونا بدگمانی چونکہ باہمی تعلقات کو خراب کر دیتی ہے اس لیے ایک دوسرے سے بدگمان نہیں ہونا چاہیئے ارشادِ ربانی ہے

" اے ایمان والو زیادہ بدگمانی سے بچو۔ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے "

حدیث میں بدگمانی کو سب سے جھوٹی بات قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے۔

Marfat.com

"بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے"

ان چھ احکام کی پابندی رشتہ اخوت کو مضبوط بنا دیتی ہے۔

۱۲۔ چھ معروف احکام کی پابندی

(ا) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا

ب۔ بیمار پرسی کرنا

ج۔ دعوت قبول کرنا

د۔ چھینک مارنے پر یَرْحَمُکَ اللہُ کہنا

ہ۔ جنازے میں شرکت کرنا

س۔ مشورہ طلب کرنے پر نیک مشورہ دینا۔

۱۳۔ محبت و شفقت مسلمانوں کو ایک دوسرے سے محبت و شفقت سے پیش آنا چاہیئے تاکہ مجموعی فضا خوشگوار رہے

ارشادِ ربانی ہے۔

"مومنوں سے شفقت سے پیش آؤ"

۱۴۔ مغفرت کی دعا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے بھلائی اور مغفرت کے لیے دعا کیا کریں

ارشادِ ربانی ہے

"اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے قبل ایمان لائے"

۱۵ دکھ سکھ میں شرکت مسلمانوں کو ایک دوسرے کے سکھ، دکھ میں شریک ہونا چاہیئے۔ احوال پرسی سے تکلیف کی شدت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور خوشی کے موقعہ پہ خوشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

"باہمی شفقت اور مہربانی میں تم اہل ایمان کو ایک جسم کی مانند پاؤ گے اگر جسم کا ایک حصہ دکھنے لگے تو سارا جسم بخار اور بیداری میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔

Marfat.com

سوالات

۱۔ رسول اکرمؐ کے رحمۃ اللعالمین ہونے پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۲۔ رسول اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ یعنی "اسوہ حسنہ" ہے۔ وضاحت کریں۔

۳۔ اخوت کا مفہوم اس کی اہمیت اور اس کے تقاضے بیان کریں۔

۴۔ قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی میں اخوت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۵۔ مساوات سے کیا مراد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی زندگی سے مساوات کی مثالیں پیش کریں۔

۶۔ صبر و استقلال سے کیا مراد ہے۔ صبر کی اہمیت اور اس کے تقاضے بیان کریں۔

۷۔ عفو و درگزر سے کیا مراد ہے۔ اسوہ رسولؐ کی روشنی میں وضاحت پیش کریں۔

۸۔ ذکر کا مفہوم اس کی اقسام اور اس کی اہمیت واضح کریں۔

۹۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں شرفِ انسانیت پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۱۰۔ اسلام کے نظامِ عدل کی روشنی میں معاشرتی عدل و انصاف کی ضرورت و اہمیت واضح کریں۔

Marfat.com

معروضی سوالات

و (ا) مندرجہ ذیل بیانات کو غور سے پڑھیے اگر بیان صحیح ہو تو ص کے گرد دائرہ لگائیے اور اگر بیان غلط ہے تو غ کے گرد دائرہ لگائیے۔

۱۔ عقیدہ انسان کے پختہ اور اٹل نظریات کا نام ہے۔ ص/غ
۲۔ عقیدۂ توحید کو اسلامی عقائد و نظریات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ص/غ
۳۔ شرک توحید کی ضد ہے۔ ص/غ
۴۔ عقیدہ توحید کو تسلیم کئے بغیر انسان کا ایمان مکمل ہو سکتا ہے۔ ص/غ
۵۔ صرف عقیدہ توحید ہی ایمان لانے کیلئے کافی ہے۔ ص/غ
۶۔ اسلام میں داخل ہونے کیلئے پانچ عقیدوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ص/غ
۷۔ عقیدہ توحید تمام انبیاء کی تبلیغ کا بنیادی حصہ رہا ہے۔ ص/غ
۸۔ توحید انسانی فطرت کی پکار ہے۔ ص/غ
۹۔ تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان رکھنا مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ ص/غ
۱۰۔ رسول اکرمؐ کو شریعت مل جانے کے بعد پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ ص/غ
۱۱۔ تمام انبیاء اور رسولوں کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ص/غ
۱۲۔ رسول اکرمؐ کو خاتم النبیین ماننا ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ ص/غ
۱۳۔ شرک قابل معافی جرم ہے۔ ص/غ
۱۴۔ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی تھے۔ ص/غ
۱۵۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی تھے۔ ص/غ
۱۶۔ انبیاء کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ص/غ
۱۷۔ اسلام کے مقابلے میں کفر کا لفظ آتا ہے۔ ص/غ
۱۸۔ دین اسلام کا انکار کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔ ص/غ
۱۹۔ قرآن حکیم آخری الہامی کتاب ہے۔ ص/غ
۲۰۔ قرآن حکیم ایک محفوظ الہامی کتاب ہے۔ ص/غ
۲۱۔ قرآن حکیم سے پہلے نازل ہونے والی الہامی کتابیں بھی محفوظ تھیں۔ ص/غ
۲۲۔ قرآن حکیم ایک جامع الہامی کتاب ہے۔ ص/غ

Marfat.com

۲۳۔ اللہ تعالیٰ نے ازخود قرآن حکیم کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ ص/غ

۲۴۔ جس کا ایمان ڈانواں ڈول ہو اسے منافق کہتے ہیں۔ ص/غ

۲۵۔ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ص/غ

۲۶۔ عبادت و ریاضت سے نبوت حاصل کی جاسکتی ہے ص/غ

۲۷۔ نبوت وہبی ہے یعنی عطیہ الٰہی ہے۔ ص/غ

۲۸۔ قرآن حکیم سابقہ الہامی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ ص/غ

۲۹۔ تمام الہامی کتابیں بنیادی طور پر کلام الٰہی تھیں۔ ص/غ

۳۰۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی زبان میں اپنا کلام نازل فرمایا۔ ص/غ

۳۱۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ زبانوں میں اپنا کلام نازل فرمایا۔ ص/غ

۳۲۔ قرآن حکیم کی ترتیب توقیفی ہے۔ ص/غ

۳۳۔ قرآن حکیم کی ترتیب نزولی ہے۔ ص/غ

۳۴۔ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورۃ الفاتحہ ہے۔ ص/غ

۳۵۔ قرآن حکیم کی سب سے آخری سورۃ الناس ہے۔ ص/غ

۳۶۔ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ ص/غ

۳۷۔ فرشتے خدا کی نورانی مخلوق ہیں۔ ص/غ

۳۸۔ انسان خدا کی خاکی مخلوق ہے۔ ص/غ

۳۹۔ فرشتے انسان سے بہتر مخلوق ہیں۔ ص/غ

۴۰۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ص/غ

۴۱۔ ہماری دعائیں فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہیں۔ ص/غ

۴۲۔ ہماری دعائیں براہ راست اللہ تک پہنچ جاتی ہیں۔ ص/غ

۴۳۔ اللہ تعالیٰ صرف آسمانوں تک محدود ہے۔ ص/غ

۴۴۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ ص/غ

۴۵۔ حضرت محمدؐ ساری نسل انسانی کی رشد و ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ ص/غ

۴۶۔ انسان فرشتوں سے بہتر ہوسکتا ہے۔ ص/غ

۴۷۔ انبیاء اور رسول مافوق البشر تھے۔ ص/غ

۴۸۔ آخرت کی زندگی ایک دائمی زندگی ہوگی۔ ص/غ

۴۹۔ قرآن پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ سنت نبوی پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ ص/غ

Marfat.com

ص/غ

ہر قوم کیلئے کوئی نہ کوئی نبی بھیجا گیا۔ ص/غ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ اللعالمین کا لقب اللہ تعالی نے دیا۔ ص/غ

-۵ مکی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ ص/غ

-۵ مدنی سورتوں سے مراد صرف وہ سورتیں ہیں جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔ ص/غ

-۵ مکی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئیں۔ ص/غ

-۵۵ مدنی سورتوں سے مراد وہ سورتیں ہیں جو ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہوئیں۔ ص/غ

-۵۶ رسوم ایک طبقاتی معاشرہ پسند کرتا ہے۔ ص/غ

-۵۷ ذکر الہی مسلمان کیلئے اطمینان قلب کا بہترین ذریعہ ہے۔ ص/غ

-۵۸ رسول اکرم صلعم مردوں اور عورتوں کے مساویانہ حقوق کے علمبردار تھے۔ ص/غ

-۵۹ تمام عبادات کا بنیادی مقصد تقویٰ ہے۔ ص/غ

-۶۰ مسلمانوں کے باہمی بھائی چارے کا نام اخوت ہے۔ ص/غ

-۶۱ حضورؐ مسلمانوں کے درمیان عدم مساوات چاہتے تھے۔ ص/غ

-۶۲ حج کے موقع پر مسلم معاشرے کی عالمگیر حیثیت کا احساس ہوتا ہے۔ ص/غ

-۶۳ صحابہ کرامؓ کی مجالس میں حضورؐ کیلئے خصوصی نشست ہوتی تھی۔ ص/غ

-۶۴ حضورؐ صحابہؓ کے ساتھ اجتماعی کاموں میں شریک ہوتے تھے۔ ص/غ

-۶۵ انسان کو دوسروں کے مقابلے میں ممتاز بنانے والی چیز تقویٰ ہے۔ ص/غ

-۶۶ حسب نسب کی بنیاد پر نجات ممکن ہے۔ ص/غ

-۶۷ دنیوی کام کاج اور ذکر الہی بیک وقت ممکن ہے۔ ص/غ

-۶۸ ذکر کا شرعی مفہوم اللہ تعالی کو یاد کرنا ہے۔ ص/غ

-۶۹ عفو و درگزر ایک پسندیدہ فعل ہے۔ ص/غ

-۷۰ اسلامی تعلیمات سے کبھی بدلہ نہ لینے کی تلقین ملتی ہے۔ ص/غ

-۷۱ سلام میں مثلہ کرنے کی اجازت ہے۔ ص/غ

-۷۲ قرآن حکیم کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔

-۷۳ عہد رسالت، عہد صدیقی اور عہد عثمانی جمع و تدوین قرآن کے تین بڑے ادوار ہیں۔ ص/غ

-۷۴ قرآن حکیم پر اعراب ۹۵ ہجری میں لگائے گئے۔ ص/غ

-۷۵ جبرائیلؑ وحی لے کر آتے تھے۔ ص/غ

-۷۶ رسول اکرمؐ کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

۷۷- صحاح ستہ سے مراد حدیث کی چھ مخصوص کتابیں ہیں۔ ص/غ

۷۸- جس شخص نے بحالت اسلام رسول اکرمؐ کو دیکھا ہو اسے صحابی کہتے ہیں۔ ص/غ

۷۹- جس شخص نے بحالت اسلام کسی صحابی کو دیکھا ہو اسے تابعی کہتے ہیں۔ ص/غ

۸۰- جس شخص نے بحالت اسلام کسی تابعی کو دیکھا ہو اسے تبع تابعی کہتے ہیں۔ ص/غ

۸۱- سند اور متن حدیث کے دو اہم اجزا ہیں۔ ص/غ

۸۲- جو حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں مذکور ہو اسے متفق علیہ کہتے ہیں۔ ص/غ

۸۳- قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورۃ کا نام الکوثر ہے۔ ص/غ

۸۴- مکی سورتوں کی کل تعداد ۸۶ ہے۔ ص/غ

۸۵- مدنی سورتوں کی کل تعداد ۲۸ ہے۔ ص/غ

۸۶- قرآن حکیم کی کل آیات ۶۶۶۶ ہیں۔ ص/غ

۸۷- قرآن حکیم کی سب سے لمبی سورۃ کا نام البقرہ ہے۔ ص/غ

۸۸- سورۃ النمل میں بسم اللہ دو دفعہ آتی ہے۔ ص/غ

۸۹- سورۃ التوبہ میں بسم اللہ نہیں آتی۔ ص/غ

۹۰- قرآن حکیم ۲۲ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن کے عرصہ میں نازل ہوا۔ ص/غ

۹۱- قرآن حکیم کے کل پاروں کی تعداد تیس ہے۔ ص/غ

۹۲- قرآن حکیم کے کل ۵۴۰ رکوع ہیں۔ ص/غ

۹۳- قرآن حکیم کی کل سات منزلیں ہیں۔ ص/غ

۹۴- قرآن حکیم میں کل چودہ سجدہ ہائے تلاوت ہیں۔ ص/غ

۹۵- سورۃ النحل، النمل، البقرہ، العنکبوت اور الفیل کے نام جانوروں کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ ص/غ

۹۶- حضورؐ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا۔ ص/غ

۹۷- حضورؐ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی آمنہ تھا۔ ص/غ

۹۸- والدہ کی وفات کے وقت حضور کی عمر ۶ سال تھی۔ ص/غ

۹۹- حضورؐ کی پیدائش کے قبل آپؐ کے والد انتقال فرما چکے تھے۔ ص/غ

۱۰۰- حضورؐ کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۸ سال تھی۔ ص/غ

۱۰۱- نبوت ملنے کے وقت حضورؐ کی عمر چالیس برس تھی۔ ص/غ

۱۰۲- واقعہ معراج ۲۷ رجب ۱۰ نبوی کو پیش آیا۔ ص/غ

Marfat.com

۱۰۳۔ حضورؐ خاندان قریش میں پیدا ہوئے۔ ص/غ

۱۰۴۔ پہلی تعمیر کی جانے والی مسجد کا نام مسجد قبا ہے۔ ص/غ

۱۰۵۔ ہجرت سے پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا۔ ص/غ

۱۰۶۔ غزوہ بدر ۱۷ رمضان ۲ ہجری کو ہوا۔ ص/غ

۱۰۷۔ غزوہ احد ۱۳ شوال ۳ ہجری کو ہوا۔ ص/غ

۱۰۸۔ غزوہ بدر میں کفار کی تعداد ۱۰۰۰ تھی۔ ص/غ

۱۰۹۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ ص/غ

۱۱۰۔ سب سے آخری غزوہ کا نام غزوہ تبوک ہے۔ ص/غ

۱۱۱۔ حضرت عثمانؓ کا لقب ذوالنورین تھا۔ ص/غ

۱۱۲۔ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ص/غ

۱۱۳۔ حجتہ الوداع ۱۰ ہجری کو ہوا۔ ص/غ

جزو "ب" خالی جگہ کو مناسب الفاظ سے پر کریں۔

۱۔ اسلامی عقیدہ میں ــــــــــ پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۲۔ انسانی زندگی کو بامقصد بنانے کیلئے ــــــــــ ناگزیر ہے۔

۳۔ توحید کے مقابلے میں ــــــــــ کا لفظ آتا ہے۔

۴۔ اطمینان قلب کا موثر واحد ذریعہ ــــــــــ ہے۔

۵۔ حج کیلئے جو لباس پہنا جاتا ہے اسے ــــــــــ کہتے ہیں۔

۶۔ تمام مبعوث کردہ انبیاء پر ــــــــــ لانا ضروری ہے۔

۷۔ نماز کفر اور ایمان کے درمیان ــــــــــ ہے۔

۸۔ قرآن حکیم ماہ ــــــــــ میں نازل ہوا۔

۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دراصل ــــــــــ کی اطاعت ہے۔

۱۰۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ــــــــــ ہے۔

۱۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ مسلمانوں کیلئے ــــــــــ ہے۔

۱۲۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک مضبوط رشتہ ــــــــــ میں منسلک ہیں۔

۱۳۔ اسلام کی بنیاد ــــــــــ پر مبنی ہے۔

۱۴۔ منافق کا ایمان ــــــــــ ہوتا ہے۔

Marfat.com

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کی ذمہ داری ------- لے رکھی ہے۔

۱۶۔ دین اسلام کو مان لینے والے کو ------- کہتے ہیں۔

۱۷۔ دنیا میں کل ------- نبی آئے۔

۱۸۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ------- کے انسانوں کی رہنمائی کیلئے بھیجے گئے۔

۱۹۔ نماز ایک ------- عبادت ہے۔

۲۰۔ مسلمانوں پر ------- نمازیں فرض قرار دی گئی ہیں۔

۲۱۔ خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب ------- کو حاجی بوسہ دیتے ہیں۔

۲۲۔ غیبت کو اپنے ------- کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

۲۳۔ منافق کی ------- بڑی نشانیاں ہیں۔

۲۴۔ قرآن حکیم ------- کے ذریعے نازل ہوتا تھا۔

۲۵۔ صحاح ستہ سے مراد حدیث کی ------- صحیح ترین کتابیں ہیں۔

۲۶۔ قرآن حکیم میں زکوٰۃ کے ------- مصارف بیان ہوئے ہیں۔

۲۷۔ ہجرت مدینہ میں نازل ہونے والے سورتیں ------- کہلاتی ہیں۔

۲۸۔ ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہونے والی سورتیں ------- کہلاتی ہیں۔

۲۹۔ بے شک نماز بے حیائی اور ------- سے روکتی ہے۔

۳۰۔ ہر نبی نے سب سے پہلے ------- کی تعلیم دی۔

۳۱۔ انبیاء ورسل ------- ہوتے ہیں۔

۳۲۔ قیامت کے روز اسرافیل ------- پھونکیں گے۔

۳۳۔ آخرت کی زندگی ------- ہے۔

۳۴۔ پہلی وحی میں کل ------- آیات نازل ہوئیں۔

۳۵۔ سنت کے لغوی معنی ------- ہیں۔

۳۶۔ واقعہ معراج قرآن حکیم کی سورۃ ------- میں آیا ہے۔

۳۷۔ وحی کے لغوی معنی ہیں -------

۳۸۔ حضرت زیدؓ بن حارث ایسے صحابی ہیں جن کا نام ------- میں مذکور ہے۔

۳۹۔ جامع القرآن ------- کو کہا جاتا ہے۔

۴۰۔ مکی سورتوں میں عام طور پر خطاب ------- کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔

۴۱۔ مدنی سورتوں میں عام طور پر خطاب ------- کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔

Marfat.com

۴۲۔ روزہ ہر بالغ اور ------- مسلمان پر فرض ہے۔

۴۳۔ زکوٰۃ صرف ------- مسلمان پر فرض ہے۔

۴۴۔ زرعی پیداوار پر جو زکوٰۃ لگتی ہے شریعت کی اصطلاح میں اسے ------- کہتے ہیں۔

۴۵۔ حج صاحب حیثیت مسلمان پر زندگی میں صرف ------- فرض ہے۔

۴۶۔ جہاد اور جنگ ایک ہی چیز کے دو نام ------- ہیں۔

۴۷۔ جہاد ------- ہے۔

۴۸۔ ماں باپ کا درجہ ------- ہے۔

۴۹۔ اسلامی قانون کی نظر میں مسلم اور غیر مسلم ------- ہیں۔

۵۰۔ رزق حرام کمانے والے کی دعا قبول ------- ہوتی۔

۵۱۔ نبوت سے پہلے رسول اکرمؐ کو صادق اور ------- کا لقب مل چکا تھا۔

جوابات

جزو "ا"

(۱) ص (۲) ص (۳) ص (۴) غ (۵) غ (۶) ص (۷) ص (۸) ص (۹) ص (۱۰) ص (۱۱) غ (۱۲)
ص (۱۳) غ (۱۴) ص (۱۵) ص (۱۶) ص (۱۷) ص (۱۸) ص (۱۹) ص (۲۰) ص (۲۱) غ (۲۲) ص
(۲۳) ص (۲۴) ص (۲۵) غ (۲۶) غ (۲۷) ص (۲۸) ص (۲۹) ص (۳۰) غ (۳۱) ص (۳۲)
ص (۳۳) غ (۳۴) ص (۳۵) ص (۳۶) غ (۳۷) ص (۳۸) ص (۳۹) غ (۴۰) ص (۴۱) غ
(۴۲) ص (۴۳) غ (۴۴) ص (۴۵) ص (۴۶) ص (۴۷) غ (۴۸) ص (۴۹) ص (۵۰) ص (۵۱)
ص (۵۲) غ (۵۳) غ (۵۴) ص (۵۵) ص (۵۶) غ (۵۷) ص (۵۸) ص (۵۹) ص (۶۰) ص
(۶۱) غ (۶۲) ص (۶۳) غ (۶۴) ص (۶۵) ص (۶۶) غ (۶۷) ص (۶۸) ص (۶۹) ص (۷۰) ص
(۷۱) غ (۷۲) ص (۷۳) ص (۷۴) ص (۷۵) ص (۷۶) ص (۷۷) ص (۷۸) ص (۷۹) ص
(۸۰) ص (۸۱) ص (۸۲) ص (۸۳) ص (۸۴) ص (۸۵) ص (۸۶) ص (۸۷) ص (۸۸)
ص(۸۹) ص (۹۰) ص (۹۱) ص (۹۲) ص (۹۳) ص (۹۴) ص (۹۵) ص (۹۶) ص (۹۷) ص (۹۸)
ص (۹۹) ص (۱۰۰) ص (۱۰۱) ص (۱۰۲) ص (۱۰۳) ص (۱۰۴) ص (۱۰۵) ص (۱۰۶) ص (۱۰۷) ص
(۱۰۸) ص (۱۰۹) ص (۱۱۰) ص (۱۱۲) ص (۱۱۲) ص (۱۱۳) ص

Marfat.com

جزو "ب"

(۱) پانچ چیزوں (۲) عقیدہ (۳) شرک (۴) ذکر الٰہی (۵) احرام (۶) ایمان (۷) حد فاصل (۸) رمضان (۹) اللہ (۱۰) رحمتہ اللعالمین (۱۱) اسوۂ حسنہ (۱۲) اخوت (۱۳) پانچ چیزوں (۱۴) ڈانواں ڈول (۱۵) خود (۱۶) مسلم (۱۷) ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۸) ساری دنیا (۱۹) مکمل (۲۰) پانچ (۲۱) حجر اسود (۲۲) مردہ بھائی (۲۳) تین (۲۴) حضرت جبرائیلؑ (۲۵) چھ (۲۶) آٹھ (۲۷) مکی سورتیں (۲۸) مدنی سورتیں (۲۹) برے کاموں (۳۰) توحید (۳۱) معصوم (۳۲) صور (۳۳) دائمی (۳۴) پانچ (۳۵) طریقہ (۳۶) النجم (۳۷) خفیہ۔ اشارہ (۳۸) قرآن حکیم (۳۹) حضرت عثمانؓ (۴۰) **یاایھاالذین امنو** (۴۱) **یاایھاالناس** (۴۲) عاقل (۴۳) صاحب نصاب (۴۴) عشر (۴۵) ایک بار (۴۶) نہیں (۴۷) فرض کفایہ (۴۸) مساوی (۴۹) برابر (۵۰) نہیں (۵۱) امین

پرچہ جات

پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن لاہور

سالانہ ۱۹۹۱ء

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ و تشریح کیجئے۔
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل حدیث مبارکہ کا ترجمہ و تشریح کیجئے
اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَانَوٰی

سوال نمبر ۳۔ شرک کسے کہتے ہیں۔ مختلف اقسام شرک کی وضاحت کیجئے

۱۹۹۲ء سالانہ

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ و تشریح کیجئے۔ (۶، ۷)
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

Marfat.com

سوال نمبر ۲: درج ذیل حدیث مبارکہ کا ترجمہ و تشریح کریں۔ (۷،۶)

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔

سوال نمبر ۳: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مساوات کے عظیم علمبردار تھے۔ سیرت طیبہ کے حوالے سے صرف تین مثالیں دے کر واضح کیجیے۔ (۱۳)

سال ۱۹۹۲ء

پارٹ I

سوال (جزو الف)۔ مندرجہ ذیل بیانات کو غور سے پڑھیے۔ اگر بیان صحیح ہو تو (ص) کے گرد دائرہ لگایئے اور اگر غلط ہو تو (غ) کے گرد دائرہ لگایئے۔

۱۔ اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ رسالت کا ہے۔ ص / غ

۲۔ قرآن مجید کی تدوین کا مشورہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حذیفہ بن یمانؓ نے دیا تھا۔ ص / غ

(ب) مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ قرآن پاک میں شرک کو ——— کہا گیا ہے۔

۲۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ مواخات کن کے درمیان قائم کیا ———

ج۔ مندرجہ ذیل بیان کے چار جوابات دیے گئے ہیں ان میں صرف ایک جواب جو سب سے زیادہ مناسب ہے اس کی نشاندہی (✓) کیجیے۔

دین کی اصطلاح میں ذکر سے کیا مراد ہے۔

الف۔ نماز قائم کرنا۔ (ب) کسی کو یاد کرنا۔

(ج) تلاوت قرآن مجید (د) اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

پارٹ II

سوال نمبر ۱: مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ و تشریح کیجیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

Marfat.com

سوال نمبر ۲: مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ کا ترجمہ و تشریح کیجیے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَ یَدِہٖ

سوال نمبر ۳: وجود باری تعالیٰ کے اثبات میں قرآن نے جو دلائل دیے ہیں مختصراً لکھیے۔

سوال نمبر ۴: ذکر سے کیا مراد ہے۔ ذکر الٰہی کی اقسام اور اس کے فضائل تحریر کیجیے۔

سالانہ ۱۹۹۴ء - پارٹ I

رول نمبر

دستخط امیدوار

وقت ۱۰ منٹ

نمبر ۱۰

نوٹ: ۱۔ پہلا حصہ لازمی ہے اس کو پرچہ سوالات پر ہی حل کریں اور ۱۰ منٹ کے بعد نگران کو واپس کر دیں۔

۲۔ لفظوں کو کاٹنے اور کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس قسم کے بیانات نمبروں کے مستحق نہ ہوں گے۔ سکہ والی پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر ۱ (الف) مندرجہ ذیل بیانات کو غور سے پڑھیں۔ اگر بیان صحیح ہو تو (ص) کے گرد دائرہ لگایئے اور اگر غلط ہو تو (غ) کے گرد دائرہ لگایئے۔

وحی کے لغوی معنی خفیہ اشارہ کے ہیں۔ ص / غ

نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ص / غ

(ب) مناسب الفاظ سے خالی جگہ پر کیجیے۔

قرآن مجید میں روح اللہ جس پیغمبر کو کہا گیا ہے ان کا نام ______ ہے۔

صبر کا لغوی مفہوم ______ ہے۔

ج۔ مندرجہ ذیل بیان کے چار جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے صرف ایک جواب، جو زیادہ مناسب ہے اس کی نشاندہی (✓) کیجیے۔

داروغہ جہنم کس فرشتے کو کہتے ہیں۔

(الف) اسرافیل (ب) میکائیل (ج) مالک (د) منکر نکیر

پارٹ II

وقت ۳ گھنٹے ۵۰ منٹ

نمبر ۹۰

سوال نمبر ۱۔ مندرجہ ذیل آیت کریمہ کا ترجمہ و تشریح کیجیے۔ (۶،۴)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

Marfat.com

سوال نمبر ۲۔ مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ کا ترجمہ و تشریح کیجئے۔ (۲، ۶)
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

سوال نمبر ۳۔ عقیدہ رسالت سے کیا مراد ہے۔ رسول کی ضرورت اور بنیادی خصوصیات پر روشنی ڈالئے۔ (۲، ۳، ۵)

سوال نمبر ۴۔ اخوت کا مفہوم اور اس کے تقاضے بیان کریں۔ (۳، ۷)

سالانہ 1995

پارٹ I

دستخط امیدوار ________

نمبر 10

رول نمبر ________

وقت 10 منٹ

نوٹ:۔

(1) پہلا حصہ لازمی ہے۔ اس کو پرچہ سوالات پر ہی حل کریں اور 10 منٹ کے بعد نگران کو واپس کر دیں۔

(2) لفظوں کو کاٹنے اور کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ اس قسم کے بیانات نمبروں کے مستحق نہ ہوں گے۔ سکہ والی پنسل کا استعمال بھی ممنوع ہے۔

(الف) مندرجہ ذیل بیانات کو غور سے پڑھیں اگر بیان صحیح ہو تو (ص) کے گرد دائرہ لگائیے اور اگر غلط ہو تو (غ) کے گرد دائرہ لگائیے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی ناری مخلوق ہیں۔ ص / غ

بنی اسرائیل میں آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ص / غ

(ب) مناسب الفاظ سے خالی جگہ پر کیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے پہلی مسجد تعمیر کی اس کا نام ------ ہے۔

قرآن مجید کی سب سے لمبی سورۃ کا نام ------ ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل بیانات کے چار چار جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے صرف ایک ایک بیان صحیح ہے اس کی نشاندہی (✓) سے کیجئے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں کتنے سال گزارے۔

(۱) چالیس سال۔ (۲) ۵۳ سال۔ (۳) ۶۳ سال۔ (۴) ۲۳ سال

پارٹ II

6,4

1۔ مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ و تشریح کریں۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا

Marfat.com

2 ۔ مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ کا ترجمہ و تشریح کیجیے۔ 6,4

انماالاعمال بالنیات، وانمالکل امری مانوی

3 ۔ شرک کسے کہتے ہیں اور اس کی اقسام کے متعلق تفصیل سے لکھیے۔ 6,4

4 ۔ عفو و درگزر سے کیا مراد ہے؟ اس سے انسانی معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر کے چند واقعات تحریر کیجیے۔ 4,3,3

Marfat.com

Marfat.com

سی کام کے طلبہ کے لئے معیاری کتب

۱۔	رموز اسلامیات	محمد یوسف ملک اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج آف کامرس
۲۔	نسیم ادب (پرچہ ادب مکمل)	پروفیسر غلام رسول عدیم گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ محمد اقبال پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ سمن آباد لاہور
۳۔	مطالعہ پاکستان (لازمی)	محمد افضل قریشی پرنسپل (ریٹائرڈ) گورنمنٹ کالج آف کامرس گجرات
۴۔	اورینٹ بک آف ٹائپ رائٹنگ اینڈ کارسپانڈنس	عنایت اللہ بٹ پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد مقصود احمد خان پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ جہلم عاشق حسین ناصر پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ شجاع آباد
۵۔	اورینٹ انگلش گرامر اینڈ کمپوزیشن	افتخار احمد باجوہ صدر شعبہ انگریزی گورنمنٹ سائنس کالج لاہور محمد اسلم علوی اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج آف کامرس گوجرانوالہ
۶۔	دفتری دستور العمل	عنایت اللہ بٹ پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد اعتزاز احمد انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد عاقب احمد انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ خانیوال
۷۔	اصول تجارت	عنایت اللہ بٹ پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد غلام حسین جعفری انڈر سیکرٹری محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب
۸۔	تجارتی حساب	اعتزاز احمد انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد عاقب احمد انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ خانیوال
۹۔	بزنس ارتھمیٹک	مقصود احمد خان پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ جہلم
۱۰۔	ورک بک آف پٹمین شارٹ ہینڈ (نیو کورس)	عنایت اللہ بٹ پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد ارشاد احمد قریشی پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ لیہ
۱۱۔	معاون اصول تجارت و دفتری دستور العمل (سوالاً جواباً)	خادم حسین پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ گوجرانوالہ۔

Marfat.com

سی کام کے طلبہ کے لئے معیاری کتب

۱۔	رموز اسلامیات	محمد یوسف ملک اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج آف کامرس
۲۔	نسیم ادب (پرچہ ادب مکمل)	پروفیسر غلام رسول عدیم گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ محمد اقبال پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ سمن آباد لاہور
۳۔	مطالعہ پاکستان (لازمی)	محمد افضل قریشی پرنسپل (ریٹائرڈ) گورنمنٹ کالج آف کامرس گجرات
۴۔	اورینٹ بک آف ٹائپ رائٹنگ اینڈ کارسپانڈنس	عنایت اللہ بٹ پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد مقصود احمد خان پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ جہلم عاشق حسین ناصر پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ شجاع آباد
۵۔	اورینٹ انگلش گرامر اینڈ کمپوزیشن	افتخار احمد باجوہ صدر شعبہ انگریزی گورنمنٹ سائنس کالج لاہور محمد اسلم علوی اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج آف کامرس گوجرانوالہ
۶۔	دفتری دستور العمل	عنایت اللہ بٹ پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد اعتزاز احمد انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد عاقب احمد انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ خانیوال
۷۔	اصول تجارت	عنایت اللہ بٹ پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد غلام حسین جعفری انڈر سیکرٹری محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب
۸۔	تجارتی حساب	اعتزاز احمد انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد عاقب احمد انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ خانیوال
۹۔	بزنس ارتھمیٹک	مقصود احمد خاں پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ جہلم
۱۰۔	ورک بک آف پٹمین شارٹ ہینڈ (سیو کورس)	عنایت اللہ بٹ پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ وزیر آباد ارشاد احمد قریشی پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ لیہ
۱۱۔	معاون اصول تجارت و دفتری دستور العمل (سوالاً جواباً)	خادم حسین پرنسپل گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ گوجرانوالہ۔

Marfat.com

اسلامیات

سی کام کے طلبہ و طالبات کے لیے

محمد یوسف ملک

پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن کے نئے نصاب کے مطابق

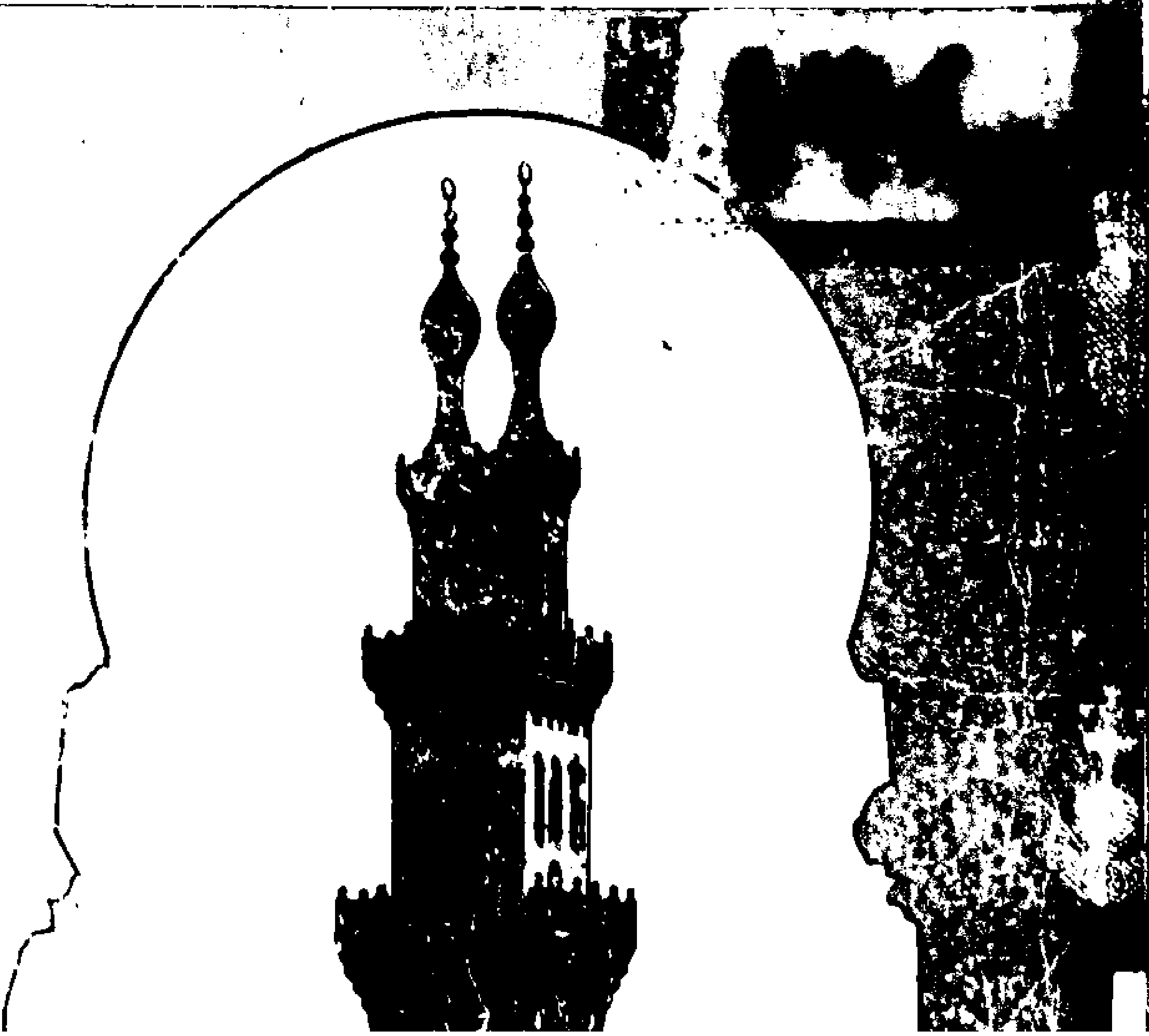

Marfat.com